عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل

جلد نمبر ۹ ، شمارہ نمبر ۳۹

KHATME NUBUWWAT

(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

امہات المومنین ازواج مطہرات اور محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم

حرم شریف میں توسیع — عہد بہ عہد

ٹیپو سلطان اور اسکے مجاہدانہ کارنامے ایک تاریخی حقیقت ہیں

ادب ، صحافت ، خطابت اور سیاست کے امام

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد

رحمۃ اللہ علیہ

گستاخ رسول کو سزا

تین عجیب تاریخی واقعات

مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت اور اسکی تضاد بیانیاں

جاپانی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم کی طرف سے قادیانی سفیر کی برطرفی کا مطالبہ

آپ کے مسائل

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

کونڈے کرنا کیا ہے؟

سوال: تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہیں تو ان پر ٹھوس دلائل دیں اور اگر جائز نہیں ہیں تو پھر ہمارے بزرگ کی لکھی ہوئی کتب جس میں انور شاہ صاحب کشمیری اشرف علی تھانوی دیگر اکابرین کی کتابوں میں تعویذ لکھے ہوئے ہیں، ہمارے استاد ان میں سے تعویذ دیتے ہیں، اور ہمارے اہل حدیث اور کیپٹن مسعود الدین عثمانی کے کچھ لوگ رہتے ہیں، جو ہمیں مشرک کہتے ہیں کہ تعویذ دینا شرک ہے۔

ج: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھاڑ پھونک (رقیہ) کی اجازت منقول ہے بشرطیکہ اس میں شرک کے الفاظ نہ ہوں۔ یہی حکم تعویذ کا ہے۔ کہ اگر تعویذ قرآن و حدیث کی دعاؤں پر مشتمل ہو تو جائز ہے اس کو شرک کہنا غلط ہے اور غیر معقول ہے۔ اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بچوں کے گلے میں تعویذ لکھ کر ڈالنا۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۷ میں بحوالہ ابوداؤد و ترمذی منقول ہے، ظاہر ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کے فعل کو غلط کہنا گستاخی ہے۔

س: اکثر ہم سے غیر مسلم سوال کرتے ہیں کہ آپ کا قرآن ایک، خدا ایک، رسول ایک تو پھر یہ فرقہ واریت کیوں! اس مسئلہ کا عقلی جواب دیں۔

ج: جو غیر مسلم یہ سوال کرے اس کو کسی عالم کے پاس بھیج دیا کریں۔ ویسے جتنا سا جواب آپ بھی یہ دے سکتے ہیں کہ ٹھیک یہی سوال ان کے مذہب کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے، ان کے مذہب میں فرقے کیوں ہیں؟

سوال نمبر ۲: کونڈے کرنا جائز ہیں یا نہیں ہمارے ہاں کثرت سے کونڈے کئے جاتے ہیں۔

ج: کونڈے سبائیوں کی ایجاد ہے جو کچھ عرصہ پہلے لکھنؤ سے شروع کی گئی۔ یہ دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں کئے جاتے ہیں۔ اہل سنت کو اس بدعت میں شریک نہیں ہونا چاہئے۔

سوال نمبر ۳: لوڈو کھیل یا پھر تاش کھیلنا صرف وقت گزارنے کے لئے بغیر شرط کے صحیح ہیں یا نہیں جیسے ریل گاڑی میں سفر کے دوران۔

ج: وقت گزارنے کے لئے بھی تاش وغیرہ کھیلنا جائز نہیں، خواہ بغیر شرط کے ہو، اور شرط کے ساتھ کھیلنا صریح جوا ہے۔

گانے کی کیسٹ سننا کیسا ہے

نثیر احمد ضیاء حسن خانوالہ کلور کوٹ

سوال: ہمارے علاقے میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں وہ ہر وقت عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کی کیسٹ سنتے ہیں، امام مسجد ہے وہ کہتا ہے کہ کیسٹ سننے میں کوئی حرج نہیں یہ بھی بتائیں کہ کیسٹ سننا کیسا گناہ ہے، بڑا یا چھوٹا۔

ج: گانوں کی کیسٹ سننا گناہ ہے اس طرح ناجائز باتوں کا سننا بھی گناہ ہے لیکن کیسٹ میں قرآن مجید کی تلاوت سننا یا کسی عالم حقانی کا وعظ سننا جائز ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ

بی۔ اے، گوجرانوالہ

ایک آدمی نے مجھ سے کسی بات پر زبردستی قرآن پر ہاتھ رکھوا کر یہ قسم لی کہ تم جب بھی شادی کرو گے میری لڑکی سے کرو گے جو کہ ابھی بہت چھوٹی ہے میں نے یہ قسم اٹھالی لیکن نیت سے نہیں بلکہ وقت نکالنے کے لئے، اب میں یہ قسم توڑنا چاہتا ہوں آپ بتائیں مجھے اس کیلئے کیا کرنا ہوگا

ج: آپ دوسری جگہ شادی کر لیں اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دیں۔ قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو لباس پہنایا جائے یا دو وقتہ کھانا کھلایا جائے، یا ہر محتاج کو صدقہ فطر کی مقدار کا غلہ یا اس کی قیمت دے دی جائے، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے جائیں۔

نوٹ: یہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ہوگا پہلے نہیں۔

زانی کی سزا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ عبدالحکیم نے ایک نابالغ لڑکی سے ظلم کر کے زنا کیا تو لڑکی کے ورثاء نے کیس ثابت کرنے کیلئے عرفی فیصلہ کے بہانے فیصلہ کیا، بعد میں لڑکی نے ورثاء نے زانی عبدالحکیم کے کان اور ناک کاٹ کر کے چھوڑا۔ کیا اب کوئی شرعی فیصلہ ہو سکتا ہے ان کیلئے فریقین رضامند ہیں۔

ج: اگر عدالت میں مقدمہ جائے، اور جرم شہادت سے یا مجرم کے چار بار کے اقرار سے ثابت ہو جائے تو اس پر سو کوڑوں کی (اس کے غیر محصن ہونے کی صورت میں) یا رجم کی (اس کے محصن ہونے کی صورت میں) سزا جاری ہوگی لڑکی کے ورثاء نے جو سزا دی وہ غلط تھی۔

قادیانی جماعت سے انکم ٹیکس اور ویلتھ ٹیکس وصول کیا جائے۔ مولوی فقیر محمد

فیصل آباد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات مولوی فقیر محمد نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانی جماعت انجمن احمدیہ ربوہ سے پورا انکم ٹیکس وصول کیا جائے، اور ویلتھ ٹیکس وصول کیا جائے، اور انجمن احمدیہ ربوہ کے ملازمین کو دو سو روپے ماہوار مہنگائی الاؤنس نہ دینے پر صدر مرزا منصور احمد آف ربوہ کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے، انہوں نے کہا کہ گذشتہ سال قادیانی جماعت نے صرف چار لاکھ روپے کے قریب ٹیکس ادا کیا تھا، جبکہ ۱۹۸۹ء کو صرف تین لاکھ ۲۱ ہزار ۱۸۷ روپے انکم ٹیکس ادا کیا تھا، جبکہ انجمن احمدیہ ربوہ کا سالانہ بجٹ پانچ کروڑ روپے کے لگ بھگ ہوتا ہے تمام

باقی صفحہ ۹ پر

ہفت روزہ

ختم نبوت

انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۳۹	جلد نمبر ۹	۲۰ تا ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ یکم تا ۷ مارچ ۱۹۹۱ء

مدیر مسئول عبدالرحمٰن باوا

اس شمارے میں

۱۔ آپ کے مسائل ۲

۲۔ عربی نظم مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ ۴

۳۔ اداریہ، مولانا عبدالحکیم کی رحلت ۵

۴۔ جاپانی سفیر ۶

۵۔ امہات المومنین ؓ ۷

۶۔ حاصل مطالعہ۔ عبرت آموز واقعات ۸

۷۔ ترکش کا آخری تیر ۱۰

۸۔ مفتی احمد الرحمن ۱۲

۹۔ حرم شریف ۱۴

۱۰۔ گستاخ رسول ۱۵

۱۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد ؒ ۱۷

۱۲۔ محفل سوال و جواب ۱۹

۱۳۔ مرزا کی متضاد بیانیاں قسط ۱۵ ۲۱

۱۴۔ تعزیتی جلسہ ۲۲

۱۵۔ غیرت مند مسلمانوں سے ایک سوال ۲۷

ایڈیٹر و پبلشر: عبدالرحمٰن یعقوب باوا — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ۱۰۳ ... کراچی

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس ادارت

[illegible] | مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا منظور احمد الحسینی | مولانا بدیع الزمان
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

سرکولیشن منیجر

محمد انور

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ
کراچی ۷۴۴۰۰ ۔ پاکستان
فون نمبر ۷۷۸۰۳۳۷

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 071-737-8199.

چندہ

سالانہ	۱۵۰ روپے
ششماہی	۷۵ روپے
سہ ماہی	۴۵ روپے
فی پرچہ	۳ روپے

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک
۴۵ ڈالر

چیک یا ڈرافٹ بنام "ویکلی ختم نبوت"
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۲۹۳ کراچی پاکستان
ارسال کریں

القصيدة فی رثاء الشيخ الجليل اسوة الاكابر العالم النبيل

مَولانا المُفتِی اَحمدُ الرَّحمٰن نور الله مرقده

انشا — محمد رزین شاه — المدرس — بمدرسہ تعلیم الاسلام گلشن عمرؓ

فرع — جامعة العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

نعى الناعی بان فات الحبيب زعيم الناس ذو علم نقيب
ترحل احمد الرحمٰن عنا امام قائد حبر لبيب
فمن عينی عيون الدمع تجری وقلبی من لظی حزن يذوب
وجامعة العلوم مع الفروع بها حزن تُشقّ له الجيوب
فكرب ثم حزن فوق حزن وخطب للبرية بل خطوب
فقدنا اسوة الشيخ البنوریؒ فدمع الخلق من اسفٍ صبيب
وكان ليوسفٍؒ خلفًا رشيدًا فحقا عن اكابره ينوب
فقدنا صالحًا برًّا تقيًّا امام الرب كان له نجيب
وكم احيیٰ الليالی فی سجودٍ وكم يبكی الی المولی يُنيب
ففی الاخلاق والتقوی فريدٌ وحيد الدهر ليس له ضريب
وفی وصف التواضع كان فردا وكل خصاله مسك وطيب
امام ذو مآثر والمزايا فقيه مرشد شيخ نجيب
ورقّی الشيخ جامعة العلوم فهذی العين ليس لها نضوب
لنصر الدين ان دعيت اناس فانت تكون اول من يجيب
وضد الدين ان هجم العدو فانت امامه اسد مهيب
وكم من فتنةٍ ظهرت وصالت فانت لكبحها سيف قضيب
لامر الدين فی سجن اُسرتم فعند الله سعيك لا يخيب
له الآثار تبقی بعد موت له الاوصاف ذكراها ذبيب
وليس بممكن احصائُها لی وهل يسلو بها قلب كئيب
فأمطر رحمةً ربی عليه وانت اذا دعا الداعی مجيب

رزینؔ دائمًا يبكی بهجر
وقلبی حائرٌ صبری سليب

حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب آف راولپنڈی بھی انتقال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما اور جامعہ فرقانیہ کوہاٹی بازار کے راولپنڈی کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب بھی ۷۵ سال کی عمر میں گذشتہ پیر کے دن انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابھی حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے سانحۂ ارتحال کا صدمہ تازہ تھا کہ مولانا موصوف بھی داغ مفارقت دے گئے اور یوں اس سوگوار رفقا کو جو حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پر ملال سے پیدا ہوگئی تھی مزید سوگوار بنا گئے۔ مولانا مرحوم طویل عرصہ سے شوگر کے مریض چلے آ رہے تھے لیکن ان کی علمی، دینی اور سیاسی سرگرمیوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی، پاکستان کی سب سے بڑی دینی وسیاسی تنظیم جمعیۃ علماء اسلام جو دو دھڑوں میں منقسم تھی اس کے اتحاد میں بھی وہ پیش پیش رہے۔ بیماری کی وجہ سے علاج و معالجہ کا سلسلہ بھی جاری تھا لیکن کل نفس ذائقۃ الموت کے مطابق اس مرحلہ سے ہر ایک نے گذرنا ہے خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، یہ سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جب کوئی انسان اپنی زندگی کے دن دنیا میں پورے کر لیتا ہے تو پھر کوئی علاج معالجہ اور کوئی دوا کارگر ثابت نہیں ہوتی موت بہرحال اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہتی ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب بٹ گرام ہزارہ ڈویژن سے تعلق رکھتے تھے، دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے راولپنڈی میں مدرسہ فرقانیہ کی بنیاد رکھی، اور یوں مستقل طور پر وہیں کے ہو رہے۔ یہ مدرسہ ان کی مخلصانہ مساعی اور شب و روز کی محنت سے دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا اور اس مدرسہ سے علم دین حاصل کرنے والے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، جو ترویج علم دین اور اشاعت اسلام میں بھرپور حصہ لے رہے ہیں۔

حضرت مولانا موصوف بھٹو دور حکومت میں اپنے آبائی علاقہ بٹ گرام سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچے اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ و مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا دست و بازو بنے رہے۔ انہوں نے اسلام کی سربلندی اور اپنے علاقے کے مسائل حل کرانے پر خصوصی توجہ دی۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دینی حلقوں خصوصاً جمعیۃ علماء اسلام کے لئے یہ بہت بڑا دھچکا اور امت مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین اور ان کے جملہ پسماندگان مدرسہ جامعہ فرقانیہ کے اساتذہ و طلباء کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ادارہ ختم نبوت ان کے جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ اپنے قارئین سے بھی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین کا تعزیتی بیان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر خواجۂ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ، خانقاہ سراجیہ شریف کندیاں، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر مدظلہ، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری مدظلہ، مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، خطیب ربوہ حضرت مولانا خدا بخش صاحب شجاع آبادی، نیز عالمی مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن، لندن مرکز کے انچارج الحاج مولانا عبدالرحمٰن یعقوب باوا اور حضرت مولانا منظور احمد الحسینی نے ایک بیان میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب سابق ممبر قومی اسمبلی اور مہتمم جامعہ فرقانیہ کی وفات کو امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے گہرے دکھ اور صدمہ کا اظہار کیا ہے انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم نے دینی محاذ ہو یا سیاسی ہر محاذ پر خدمات انجام دیں وہ جید عالم دین بہترین مدرس اور بہت بڑے خطیب تھے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین۔

جاپانی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم کیطرف سے قادیانی سفیر کی برطرفی کا مطالبہ

گذشتہ شمارہ میں جاپانی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم پاکستان ایسوسی ایشن کے عہدیداروں جناب حسین خان اور جناب رئیس صدیقی صاحبان کا تفصیلی انٹرویو شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے جاپان میں متعین قادیانی سفیر منصور احمد کی پاکستانی مسلمانوں خود پاکستان کے خلاف سازشوں اور قادیانیوں پر خصوصی نوازشوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ خاص طور پر کوئی تقریب ہو تو قادیانی نمایاں نظر آتے ہیں۔

۲۔ قادیانیوں کو بطور خاص جاپان کا ویزا دلوایا جاتا ہے اور پھر وہ مظلوم بن کر سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ مسلمانوں خصوصاً موجودہ تنظیم کے عہدیداروں کو جاپان کے دورہ کے دوران صدر اسحٰق سے ملاقات نہیں کرنے دی گئی۔

۴۔ سابق سفیر نے مسلمانوں کے لئے مسجد کی خاطر جگہ کے حصول کی کوشش کی لیکن قادیانی سفیر نے اس کے حصول میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں۔

۵۔ رشدی شیطان کے خلاف مظاہرہ روکنے کیلئے جاپانی پولیس کو روکا۔

۶۔ ترکی نے ایک اپنی تعمیر کردہ مسجد کی جگہ کرنی اور سینٹر بنانے کا پروگرام بنایا مسلمانوں نے احتجاج کیا جس میں دوسرے مسلمان ملکوں کے علاوہ پاکستان کے مسلمان بھی شریک تھے تو قادیانی سفیر نے حکومت کو شکایت بھیجی کہ یہ برادر ملک سے تعلقات خراب کر رہے ہیں۔

۷۔ پاکستان کے مسلمانوں کو فسادی اور اچکے قرار دیتا ہے۔

۸۔ اس کی وجہ سے پاکستان کا سفارت خانہ قادیانی جماعت کے دفتر میں تبدیل ہو چکا ہے۔

۹۔ قادیانی مبلغین اور مربی وہاں قیام کرتے ہیں ظاہر ہے کہ لٹریچر وغیرہ بھی تقسیم کرتے ہوں گے۔

۱۰۔ مرزا طاہر کی عزیزہ نے جینہ طور پر اپنے دورۂ جاپان میں وہاں قیام کیا۔

الغرض یہ اور اس طرح کے بہت سے الزامات ہیں۔ جو پاکستان کے قادیانی سفیر پر عائد کئے گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں پاکستان ایسوسی ایشن کے رہنماؤں نے جو الزامات لگائے ہیں وہ مبنی بر حقیقت ہیں کیونکہ ہر قادیانی اپنی جماعت اور اپنے پیشوا کا زیادہ وفادار ہوتا ہے اور ان کے احکامات کو حکومت کے احکامات پر ترجیح دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی گوش گذار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذکورہ دونوں مسلمان رہنماؤں نے اسلام آباد جا کر صدر اسحٰق اور میاں نواز شریف سے ملاقات بھی کی ہے اور انہیں جاپان میں متعین اس قادیانی سفیر کی سرگرمیوں سے مکمل طور پر آگاہ کیا ہے جبکہ وزیر خارجہ یعقوب خان نے ملاقات کا وقت ہی نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ قادیانی سفیر کی تقرری میں ان کا ہاتھ ہو۔ کیونکہ قادیانی اخبار ان کی بہت زیادہ تعریف کرتا رہتا ہے جس سے یہ شبہ قوی تر ہو گیا ہے کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے اور وزیر خارجہ کی کوئی رگ ایسی ہے جو قادیانیوں سے ملتی ہے۔

ہم نے وزیر خارجہ کے بارے میں پہلے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کریں لیکن انہوں نے ابھی تک کسی قسم کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ اب جبکہ انہوں نے جاپان میں مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم سے ملاقات کا وقت نہیں دیا تو وزیر خارجہ صاحب کے بارے میں پاکستانی مسلمانوں میں شکوک و شبہات میں اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں ہوئی۔ اس لئے ایک دفعہ پھر ہم ان سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں میں ان کی ذات کے بارے میں پائے جانے والے شکوک و شبہات کو فوراً دور کریں۔ بہرحال پاکستان ایسوسی ایشن کے مذکورہ وفد کے دونوں رہنماؤں نے صدر اسحاق اور وزیر اعظم کو قادیانی سفیر کی سرگرمیوں اسلام دشمن اور ملک دشمن سرگرمیوں سے آگاہ کر کے اس کی فوری برطرفی کا مطالبہ کیا ہے۔

ہم جاپان کے مذکورہ مسلمان رہنماؤں کے مطالبات کی کہتے پر زور حمایت کرتے ہوئے صدر اسحٰق اور وزیر اعظم نواز شریف سے ایک بار پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ جاپان سے پاکستان کے قادیانی سفیر منصور احمد کو فوراً برطرف کیا جائے۔

بقیہ : مولوی فقیر محمد

افسوس ہے کہ حکومت کا محکمہ انکم ٹیکس قادیانیوں سے سازباز کر کے حکومت کو مالی نقصان پہنچا رہا ہے، کیونکہ ۱۹۸۴ء سے قادیانیوں کا ربوہ میں سالانہ تبلیغی جلسہ بند ہے مگر قادیانی ہر سال جلسہ کا خرچہ انکم ٹیکس میں شامل کر رہے ہیں اس سال دسمبر میں ۱۹۹۰ء کا سالانہ جلسہ کا خرچہ انکم ٹیکس میں ۴۰ لاکھ روپے دکھایا گیا۔ یہ جو جعلی خرچہ ہے اسی طرح جلسہ کے نام پر چالیس ہزار بوری گندم خرید کر کے خرچہ ڈالا گیا ہے کیونکہ پاکستان کے ہر قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اسی طرح غریب ملازمین کو دو سو روپے ماہوار مہنگائی الاؤنس بھی نہیں دے رہے ہیں، اور ان سے ۹ فیصد ماہوار زبردستی چندہ کاٹ رہے ہیں۔

امہات المومنین، ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحریر
مولانا محمد اقبال قریشی
ہارون آباد

حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ظاہر ہے کہ جب آیات تخییر کا نزول ہوا، جن میں حضرات ازواج رضی اللہ عنہن کو اختیار دیا گیا کہ اگر وہ متاعِ دنیا کی طالب ہیں تو بس ایک دفعہ جی بھر کر دنیا لے لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق تھیں۔ الفرقان فی رمضان ص۔ ۶، ۷، ۸ اگر وہ دنیا دار ہوتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو محبت نہ ہوتی تو اس دھمکی کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا اور ایسی حالت میں اس کا نزول عبث ہوتا۔ گویا یہ آیت قرآنی حضرات ازواج مطہرات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ظاہر کر رہی ہے۔ وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے۔

یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَہَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دنیوی مال و متاع دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ آیات سنائیں اور فرمایا کہ جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرکے جواب دینا کیونکہ ان کے متعلق آپ کو اطمینان تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت کی رائے کبھی نہ دیں گے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ کو خیال ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کم سن کچی ہیں اور بچپن میں دنیا کی حرص ہونا کچھ بعید نہیں تو ایسا نہ ہو کہ یہ جلدی میں دنیا کو اختیار کر لیں۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیات تخییر کو سن کر فوراً جواب دیا اَفِیْ ھٰذَا اَسْتَأْمِرُ اَبَوَیَّ کیا اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی قَدِ اخْتَرْتُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ یعنی میں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا اور دارِ آخرت کو۔ اس جواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرت ہوئی کیونکہ آپ کو ان سے بہت محبت تھی پھر جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق تھیں چنانچہ یہ جواب دے کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک درخواست ہے فرمایا وہ کیا ہے؟ کہا آپ میرے اس جواب کو دوسری ازواج سے بیان نہ فرمائیے گا۔ مطلب یہ تھا کہ کہیں میرا جواب سن کر میری تقلید میں سب ہی کہہ دیں اور وہ جانتی تھیں کہ سب اپنی اپنی رائے سے جواب دیں تو اچھا ہے۔ ممکن ہے کسی کی رائے دنیا لینے ہی کی ہو تو وہ الگ ہو جائے۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے گی تو بتلا دوں گا ہاں بغیر پوچھے مجھے بتلانے کی ضرورت نہیں۔ غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس درخواست سے ان کی محبت کا رنگ معلوم ہو گیا کہ وہ یوں چاہتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اتنے شریک ہیں کچھ کم ہو جائیں تو اچھا ہے اور انہیں دوسروں کے ساتھ برائی کا قصد نہ تھا بلکہ اپنے لئے بھلائی کا قصد تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا میرے لئے ہی ہوں اور اسی تمنا میں عاشق معذور ہوتا ہے ؎

باسایہ ترا نمی پسندم
عشق است و ہزار بدگمانی

اور ایک رنگ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تھا کہ ایک دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بہن سے شادی کر لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو یہ گوارہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس اکیلی تو ہوں نہیں بلکہ اب بھی میرے شریک بہت ہیں تو اگر اس خیر میں میری بہن شریک ہو جائے تو اس سے بہتر کیا ہے۔ غیروں کی شرکت سے بہن کی شرکت تو پھر آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے واسطے حلال نہیں عشق کا ایک رنگ یہ بھی ہے جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میں تھا کیونکہ وہ بہن کا سوت ہونا محض اس لئے گوارہ کرتی تھی کہ میری بہن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق خاص ہو جائے جو اس کے لئے سعادتِ آخرت کا سبب ہو جائے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ سے تعلق کی کتنی قدر دان تھیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں تمام ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میری یہ تمنا اور آرزو ہے کہ آپ کے بدلہ میں یہ تکلیف مجھ کو ہو جائے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا واللہ انہا لصادقۃ خدا کی قسم تحقیق یہ سچی ہے۔ (سیرت المصطفٰی جلد سوم ص ۲۵۴)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرما لیا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میری تمنا یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ کی ازواج میں اٹھائے اور چونکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اس لئے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کئے دیتی ہوں آپ نے اس کو منظور فرمایا۔ (سیرت المصطفٰی ج ۳ ص ۲۱۵)

صحیح بخاری غزوۃ الطائف میں ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کے برتن میں کلی کر کے

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا کہ اس کو پی لیں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پردے کے پیچھے یہ واقعہ دیکھ رہی تھیں انہوں نے اندر سے آواز دے کر ان دونوں بزرگوں سے کہا کہ اس تبرک میں سے کچھ اپنی ماں یعنی ام سلمہؓ کیلئے چھوڑ دینا۔

اس روایت میں یہ بات قابل نظر ہے کہ ازواج مطہراتؓ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح آپؐ کے تبرکات کی مشتاق تھیں اور عقیدت اور ان کے قلوب میں آپؐ کی عظمت ظاہر ہے۔

(سیرت رسول اکرم صـ۲۵)

اس موضوع کا حق ادا کرنا اور ان واقعات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے صرف نمونہ پیش کرنا مقصود تھا۔

دراصل آیت تخییر ہی جملہ ازواج مطہراتؓ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت محبت کی دلیل اور شہادت کافی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فقر وفاقہ اور تنگی میں رہنا منظور تھا مگر آپؐ سے علیحدگی منظور نہ تھی چنانچہ اس محبت ہی کی وجہ سے ان کو حق تعالیٰ نے جہنم وغیرہ کے عذاب کی دھمکی نہیں دی بلکہ صرف اس سے ڈرایا کہ دیکھو کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے علیحدہ نہ کر دیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرات ازواج مطہراتؓ سے یوں ظاہر ہے کہ آیت تطہیر میں جس میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہی ہیں مگر آپؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بھی اس میں شامل فرمایا اور یہ دعا فرمائی اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا یعنی اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان سے بھی تو گندگی دور فرما اور ان کو تو پاک کر۔

(الضوان فی رمضان حضرت تھانویؒ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لئے مجھ سے محبت رکھو، اور میری اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے یعنی جب میں محبوب ہوں اور اہل بیت میرے محب اور محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیتؓ کی مثال تم میں سے ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔ روایت کیا اس کو احمد نے یعنی ان کی محبت ومتابعت موجب نجات ہے اور بغض ومخالفت سبب ہلاکت۔

اہل فہم آپؐ کے خصوصی تعلق اور محبت کا اندازہ ان ارشادات سے لگا سکتے ہیں اس لئے اب اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان سے بھی محبت رکھنا واجب ہوا، کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ یا اللہ ہمیں صحیح عقیدہ پر زندہ رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما آمین۔

اہل اللہ کے

حاصل مطالعہ

عبرت انگیز اور ایمان افروز واقعات

انتخاب وتلخیص: حافظ خلیل احمد، کروڑ لعل عیسن

بنی اسرائیل میں ایک بڑا عابد اور زاہد تھا۔ وہ اپنے دین میں مخلص تھا۔ اس کے لوگ معتقد تھے۔ اس کے دین ودیانت پر سب کو اعتماد تھا۔ کوئی پانی پڑھوا رہا ہے کوئی دعائیں کروا رہا ہے۔ لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اس زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان کو سفر درپیش آیا اور ان کی ایک نوجوان بہن تھی۔ اب ان کو یہ سوچ ہوئی کہ ہم سفر میں جا رہے ہیں۔ اور کئی برس کا سفر ہے، پتہ نہیں کب واپسی ہو۔ بہن کو کس کے پاس چھوڑیں۔ جوان لڑکی ہے، اگر عزیزوں کو دے دیں تو ممکن ہے ابتلاء پیش آجائے۔ اخیر میں ان کی رائے یہ ہوئی کہ اس عابد زاہد کے پاس چھوڑ دیں۔ اس کے دین ودیانت پر سبھوں کو اعتماد ہے، چنانچہ دونوں بھائی آئے اور عابد سے درخواست کی کہ ہم کو ایک ضروری سفر درپیش ہے اور بہن جوان ہے۔ ہم کسی کے پاس چھوڑ نہیں سکتے۔ آپکی دیانت پر ہم کو البتہ اعتماد ہے۔

عابد نے کہا کہ نہیں نہیں ہم کو نہیں چاہئے دونوں بھائی اصرار کر رہے ہیں مگر انھوں نے کہا کہ میں قطعاً تیار نہیں ہوں، لیکن جب کئی دن آئے اور بہت اصرار کیا یہاں تک کہ مجبور کر دیا۔ اس نے کہا کہ میری خانقاہ کے کونے پر ایک حجرہ ہے۔ اس میں چھوڑ دو۔ پھر وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس عابد نے یہ کیا کہ کھانا وغیرہ اس کو بھجوا دیا خود نہیں جاتا تھا۔ پھر عابد خود جا کر اس کی دہلیز پر کھانا رکھ دیتا اور چلا آتا۔

وہ کبھی لڑکی برتن باہر رکھ دیتی، یہ اٹھا لاتے اور رات دن کھانا پہنچانے کا یہی طریقہ ہوتا۔ بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا تھا۔ عابد کا صرف یہ کام تھا کہ وہ کھانا پہنچا دیا اور برتن اٹھا لاتا۔ پھر شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ بہرحال اس کی ایک مہمان کی حیثیت ہے۔ اس طرح اچھوت اقوام کی طرح رکھنا کہ دور سے کھانا دے دیا اور برتن لے لیا، یہ احترام کے خلاف ہے۔ کم سے کم اس کے پاس تو جا کر کھانا رکھنا چاہئے۔ اس واسطے کہ وہ بھائیوں سے الگ ہو گئی اور ایک کوٹھری کے اندر تنہا بند ہے۔ اتنی اجنبیت کا برتاؤ کہ کوئی موانست ظاہر نہ ہو تو اس سے وحشت پیدا ہوگی۔ یہ شیطان نے وسوسہ ڈالا۔

اب اس عابد نے یہ کیا کہ خود اندر جا کر کمرہ میں کھانا دیتا اور برتن لے کر چلا آتا اور مقصد صرف اتنا تھا کہ موانست ہو اسے وحشت نہ ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھ کو اچھوت سمجھ رکھا ہے۔ چند دن یہ سلسلہ چلا اس کے بعد شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اب بھی تو اچھوت اقوام کی طرح ہے کہ دور سے کھانا رکھ دیا اور چلا آیا۔ دو ایک بات بھی ہونی چاہئے تاکہ اس کے دل کی گنجائش پیدا ہو اور وہ تو وحشت میں ہے کہ کوئی اپنا یہاں نہیں ہے۔ کس سے بولوں کس سے بات کروں، وہ ختم ہو جائے لہذا دو چار بات بھی کر لینا چاہئیں۔

اب عابد صاحب وہاں بیٹھ کر دو چار کلمات موانست

کے کھ دیتے اور برتن لے کر چلے آتے۔ اس سے کچھ اختلاط بڑھا تو قدرتی طور پر ایک میلان اور رغبت پیدا ہوئی۔ اب وہ دو منٹ کے بجائے دس منٹ بیٹھنے لگا۔ اس میں کچھ بے تکلفی کی باتیں بھی ہونے لگیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ محبت بڑھ گئی تو محبت کے بڑھنے سے میلان شروع ہوا تو پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ دو چار باتیں کرنے سے موانست پیدا نہ ہوگی، بلکہ کم سے کم دو چار گھنٹے بیٹھنا چاہئے تاکہ توحش ختم ہو جائے اور موانست پیدا ہو جائے۔ اب دو گھنٹے دو گھنٹے بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ اس میں کچھ بے تکلفی کی باتیں بھی ہونے لگیں۔ ادھر ادھر کے قصے وغیرہ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلق بڑھتا رہا۔ یہ جو حدیث میں حکم ہے کہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت جائز نہیں ہے۔ اس کی یہی مصلحت ہے کہ آدمی کا شیطان آدمی ہوتا ہے۔ ممکن ہے بڑھتے بڑھتے بے تکلفی ہو جائے اور پھر برائی کا خیال پیدا ہو جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ عابد برائی میں مبتلا ہوگیا اب یہ فکر پیدا ہوئی کہ یہ دوسروں سے کہے گی اور جب دوسروں سے کہے گی تو میرا وقار اور وہ جو تقدس بنا ہوا ہے وہ ختم ہو جائیگا۔ اور جب بات کھلے گی تو لوگوں کا جو رجوع ہے، وہ بھی ختم ہو جائے گا تو اس کی سمجھ میں یہ تدبیر آئی کہ اس کو قتل کر کے کہیں دفن کر دو تاکہ بات چھپی رہ جائے۔

چنانچہ اسے قتل کر دیا اور خانقاہ کے باہر ایک گڑھے میں لے جا کر دفن کر دیا۔ اس دوران میں مدت پوری ہوگئی اور اس کے بھائی آ گئے، وہ بڑے شوق میں آئے کہ بہن کو لے کر آئیں گے۔ عابد سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کا انتقال ہوگیا اور قبر بتلا دی کہ یہ قبر ہے۔ بات کھلی ہوئی نہیں تھی۔ اس لئے ان بھائیوں کو بیحد صدمہ ہوا۔

اب شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم قبر کو جا کر اچھی طرح دیکھو تو۔ وہ قبر کوئی ضابطے کی تو بنی تھی نہیں۔ اس پر مکھیاں بیٹھی ہوئی نظر آئیں تو ان بھائیوں کے دل میں آیا کہ قبر پر مکھیاں نہیں بیٹھتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ لاش کچھ قریب ہی ہے پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم کھود کر تو دیکھو، وہ قبر میں ہے یا ویسے ہی پڑی ہوئی ہے، جب کھودا تو لاش نکلی اور وہ مقتول کی تھی۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے تھے۔ اب متعین ہوگیا کہ اس نے قتل کیا ہے چنانچہ انہوں نے یورش کی اور شور مچایا اور لوگوں سے کہا کہ ہم نے اپنی بہن کو عابد کے پاس چھوڑ رکھا تھا۔ اس نے قتل کر دیا ہے اور یہ لاش ہے اور اس کے ٹکڑے ہیں اور مجھ سے کہا کہ کسی مرض میں انتقال ہو گیا، حالانکہ یہ مقتول ہے۔

غرض وہ بات کھل گئی۔ بہت سے لوگ اس عابد پر جمع ہوئے اور کہا کہ سچ بتلاؤ کہ بات کیا ہے تو چور کے دل میں چور ہی ہوتا ہے۔ وہ چھپا نہ سکا اور پورا واقعہ بتلا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس عابد کے پیر میں رسی باندھ کر سارے شہر میں گھمایا گیا۔ سب تھو تھو کرتے رہے۔ پھر لوگوں نے اس کی خانقاہ کو اکھاڑا۔ اتنا غیض و غضب کا اظہار کیا کہ اس کے آثار بھی مٹا دیئے اور اس کی ایک عام شہرت ہوگئی اور پھر اسے پھانسی دی گئی تو وہ جو تقدس بنا ہوا تھا وہ ختم ہوگیا تو شیطان نے عابد سے یہ نہیں کہا کہ تو بدکاری کر، بلکہ ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ جس سے بدکاری پیدا ہو جائے اگر عابد کے دل میں یہ بات ڈالتا کہ تو زناکاری میں مبتلا ہو جا تو وہ مان نہیں سکتا تھا بلکہ دینی پیرایہ میں یہ کہا کہ موانست پیدا ہوگی تو توحش رفع ہوگا۔ یہ احترام کے خلاف ہے۔ رفتہ رفتہ لا کر اس نتیجہ پر پہنچا دیا۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

یعنی شیطان دشمن ہے۔ اس کو دشمن ہی سمجھو، وہ نہ انسان کا دین دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کی عزت اور وقار دیکھ سکتا ہے۔

مولانا محب الدینؒ کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حاجی امداد اللہؒ کے دو خلیفے مکے میں رہتے تھے۔ ایک مولانا محب الدین صاحبؒ یہ صوبہ سرحد کے اور دوسرے مولانا شفیع الدین نگینویؒ تھے۔ دونوں ہی قوی النسبت بزرگ تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی تمام آداب و شرائط کے ساتھ وضو کرے اور اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور لایحدث فیہ نفسہ اس میں خیالات کو سوچ سوچ کر نہ لائے تو غفرلہ ما تقدم من ذنبہ یعنی اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

مولانا محب الدین صاحب نے اس حدیث پر عمل کرنے کا ارادہ کیا اور پورے اسباغ کے ساتھ وضو کیا اور سارے شرائط پورے کئے۔ حسن نیت اور اخلاص سے دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر نماز میں آنکھیں بند کر لیں تاکہ وسوسے نہ آنے پائیں۔ اس طرح سے نماز پڑھی کہ ادھر ادھر خیال نہیں گیا۔ نماز کے بعد ان کو انشراح ہوا کہ ٹھیک حدیث کے مطابق ہماری نماز ہوئی ہے چونکہ یہ صاحب کشف تھے اس لئے مراقب ہوئے کہ میں عالم مثال میں اپنی نماز کی صورت دیکھوں کہ قبولیت کے کیا آثار نمایاں ہوئے تو ان کی نماز متمثل ہوئی۔ ایک حسین و جمیل عورت کی صورت میں نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل لباس بڑا فاخرہ اور معنبر اور معطر لیکن آنکھوں سے اندھی۔ اب یہ حیران ہوئے کہ یہ تو سارا حسن ہی کرکرا ہو گیا۔ جب آنکھ ہی نہیں ہے تو پھر جمال ہی کیا رہ گیا۔ اس کی وجہ پر غور کرنے لگے مگر وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

پھر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے برجستہ فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا آپ نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہے۔ کہا جی حضرت ہم نے ایسا ہی کیا تاکہ وسوسے نہ آئیں تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا یہ سنت کے خلاف ہے چونکہ آپ کی نماز میں ایک سنت ترک ہوگئی۔ اسی لئے اس کا عیب نماز میں نمایاں ہوا۔ نماز اعلیٰ اور مقبول لیکن ایک سنت کے ترک پر خرابی پیدا ہوگئی۔ اگر آپ کھلی آنکھوں نماز پڑھتے اور ہزاروں وسوسے آتے تو اس حدیث کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے لایحدث فیہ نفسہ مطلب یہ ہے کہ قصداً اپنے ارادے سے نہ لاؤ اور آپ کے خیال بے ارادے تھے، اسی لئے اگر ہزار وسوسے آتے تو حدیث شریف کے خلاف نہ ہوتا اور نہ نماز میں کوئی فرق پڑتا مگر آپ نے سنت چھوڑ دی ہے جس کی وجہ سے وہ عیب نمایاں ہوا

حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کی حکایت

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ

باقی صفحہ ۲۶ پر

ٹیپو سلطان اور اس کے مجاہدانہ کارنامے ایک تاریخی حقیقت ہیں

ٹیپو سلطان

ترکش کا آخری تیر

تحریر: مجاہد حسین

انگریزی سامراج کی علامت ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۶۰۰ء میں اپنا تجارتی لبادہ اتار کر سیاسی میدان میں ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے آچکی تھی۔ ارکاٹ کی فتح اور پلاسی کے میدان میں کامیابی نے مزید اس کا دماغ خراب کر دیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب اپنے اقتدار کی راہ کے تمام خس و خاشاک کو صاف کر کے وہ ہندستان کی راجدھانی شاہجہاں آباد کو اپنا مسکن بنائے گی۔ دہلی تک پہنچنے میں اس کو ٹھیک ایک سو چھ برس لگ گئے مگر وہ بہرحال اپنے عزم و ارادہ میں کامیاب ہو گئی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکتا اگر والیٔ میسور سلطان حیدر اور ان کے بعد ان کے جواں عزم صاحبزادے سلطان ٹیپو شہید کو میر صادق، میر غلام علی اور پورنیا جیسے غدار ساتھیوں کے ساتھ سابقہ نہ پڑتا۔ سلطان ٹیپو شہید تحفظ آزادیٔ ہند کے ترکش کا وہ آخری تیر تھا جو جب تک باقی رہا ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے حلیفوں کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ سلطان شہید نے اپنی یہ بات سچ کر دکھائی کہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔

اس سلسلے میں ہم مسٹر مجاہد حسین کی تصنیف "ترکش کا آخری تیر ٹیپو سلطان" کی تلخیص ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کے شکریہ کے ساتھ اپنے قارئین کی نذر کر رہے ہیں تاکہ تاریخ کے تعلق سے صحیح حالات کا جائزہ ممکن ہو سکے۔

میرے بعد میر صادق پورنیا اور میر غلام علی کو قتل کر دینا کیونکہ ان کی نیتوں میں فتور ہے۔"

یہ تھی وہ وصیت جو سلطان حیدر علی والیٔ میسور نے اپنے جانشین سلطان ٹیپو شہیدؒ کو بستر مرگ پر کی۔ سلطان ٹیپو کو ان تینوں وزیروں کی بدولت جن ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا شکار ہونا پڑا، ان کا جائزہ لیا جائے تو حیدر علی کی گہری سیاسی بصیرت اور فراست کا پتہ چلتا ہے لیکن حالات نے سلطان ٹیپو شہید کو اسے گراں مایہ نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق نہ دی نتیجہ جو کچھ نکلا تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔

جدید میسور کے بانی سلطان حیدر علی خان بہادر کا شمار تاریخ کی ان نادر روزگار اور اولوالعزم شخصیتوں میں ہوتا ہے جو گمنامی کے گوشے میں جنم لیتی ہیں، اکثر یتیمی کے سائے میں پلتی ہیں، غربت و افلاس کی آغوش میں پروان چڑھتی ہیں، گوناگوں مصائب اور انتہائی نامساعد حالات میں سن شباب کو پہنچتی ہیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں، محنت اور تگ و دو کی بدولت شہرت و عظمت کی بلندیوں کو چھوتی اور اپنے پیچھے اپنے غیر فانی کارناموں کے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔

حیدر علی نے ۱۷۲۲ء میں ضلع کولار (میسور) کے ایک غیر معروف قریہ میں ایک غریب قریشی خاندان میں آنکھ کھولی، عمر کی پانچویں سیڑھی پر قدم رکھا تو باپ چل بسا، ماں نے نہایت ناموافق حالات میں پالا پوسا، حیدر علی باقاعدہ کسی مکتب میں تو نہ پڑھ سکا، البتہ فنون سپہ گری میں جلد ہی مہارت حاصل کر لی اور جب جوان ہوا تو میسور کی فوج میں بھرتی ہو گیا۔ وہ مضبوط اعضاء، چاق و چوبند، حوصلہ کا مالک تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرت نے اسے خود اعتمادی اور صبر و استقلال کی دولت سے بھی نوازا تھا چنانچہ ان خداداد صلاحیتوں کے سہارے ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے افواج میسور کا سپہ سالار اعظم بن گیا، اسکے اخلاق اور حسن سلوک نے فوج کا دل موہ لیا اور وہ اسکے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے لگی اس کی ہر دلعزیزی میسور کے راجہ کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی اس نے حیدر علی کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اسکو گرفتار کرنے کیلئے منصوبہ تیار ہوا، امداد کے لیے پڑوس کے مرہٹہ سردار کو بلایا گیا مگر عین وقت پر راز فاش ہو گیا، اپنے بچھائے ہوئے جال میں راجہ خود پھنس گیا، حیدر علی چاہتا تو مغلوب و مفتوح راجہ کی گردن مار سکتا تھا مگر اس نے انتہائی عالی ظرفی اور رواداری سے کام لیا اور نہ صرف راجہ کی جان بخش دی بلکہ اس کو تین لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر بھی مرحمت کی۔

اس طرح ۱۷۶۱ء میں حیدر علی برسر اقتدار آیا اور بیس برس کے عرصے میں میسور کو اپنے دور کی ایک عظیم طاقت بنا دیا۔ جس وقت حیدر علی نے تخت پر قدم رکھا میسور دارالحکومت (سرنگا پٹم) اور ۳۳ دیہات پر مشتمل ایک تحصیل کے برابر چھوٹی سی ریاست تھی جس کے نام سے جنوبی ہند کے علاوہ کوئی واقف نہ تھا لیکن جب ۱۷۸۲ء میں حیدر علی نے رحلت کی تو میسور کی حدود ۸۰ ہزار مربع میل رقبے پر محیط تھیں اور اس کی شہرت یورپ اور انگلستان تک پہنچ چکی تھی۔

جن دنوں حیدر علی نے میسور میں عنانِ اقتدار

سنبھالی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کا لبادہ اتار کر سیاسی قوت کی حیثیت سے میدان میں آچکی تھی ۱۷۵۱ء میں ارکاٹ کی فتح اور ۱۷۵۷ء میں معرکہ پلاسی میں کامیابی نے ان کے دامن حرص کو اور وسیع کردیا اب وہ پورے ہندوستان کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی انگریزوں کی راہ میں اس وقت تین طاقتیں حائل ہوسکتی تھیں۔

(۱) سلطان حیدر والی میسور (۲) نظام حیدر آباد دکن (۳) مرہٹے۔ حیدر علی انگریزوں کی آنکھوں میں سب سے زیادہ کھٹکتا تھا۔ نظام حیدر آباد نے ابتداہی سے فرنگیوں کے ساتھ دوستانہ مراسم استوار کر لئے تھے رہے مرہٹے تو وہ پانی پت کی تیسری لڑائی ۱۷۶۱ء میں زبردست شکست کے بعد بحیثیت ایک متحدہ قوت کے اپنی اہمیت کھو چکے تھے اسکے برعکس حیدر علی ایک تازہ دم قوت کی صورت میں ابھرا تھا اور انگریزی فتوحات کی راہ میں زبردست رکاوٹ بن گیا تھا۔ انگریزوں نے میسور کی اس ابھرتی ہوئی طاقت کو کچلنے کے لئے مرہٹوں اور حیدر آباد سے گٹھ جوڑ کیا اور حیدر علی کے خلاف بلا وجہ اعلان جنگ کردیا اس طرح میسور اور انگریزوں کے مابین ان لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو تاریخ میں میسور کی جنگیں کہلاتی ہیں۔ ان چار جنگوں میں سے دو سلطان حیدر کے دور حکومت میں لڑی گئیں اور دو سلطان ٹیپو کے زمانۂ حکومت میں۔

میسور کی پہلی جنگ ۱۷۶۷ء کے درمیان لڑی گئی حیدر علی نے انگریزوں کو پے در پے شکستیں دی اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ میسور کی پہلی جنگ میں سلطان ۶ ہزار کا لشکر لے کر ۱۳۰ میل کا فاصلہ ۳½ دن میں طے کرتے ہوئے مدراس پہنچ گئے۔ انگریزوں نے انتہائی بے بسی کے عالم میں صلح کی درخواست کی اسے حیدر علی کی غلطی کہئے یا انگریزوں کی ڈپلومیسی سے ناواقفیت وہ مدراس پہ کاری ضرب لگا کر جنوب میں سے ابھرتی ہوئی اس اجنبی قوت کو ختم کرسکتا تھا لیکن اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس نے انگریزوں کی درخواست قبول کرلی چنانچہ مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوگئی۔

۱۔ آئندہ فریقین ایک دوسرے کے حلیف ہونگے (۲) فریقین ایک دوسرے کے قیدیوں کو رہا اور مفتوحہ علاقے کو خالی کردیں گے۔

(۳) نواب ارکاٹ محمد علی والا جاہ کرور کا علاقہ حیدر علی کو دے دیا گیا۔

(معاہدہ مدراس ۲۹ مارچ ۱۷۶۹ء)

میسور کی دوسری جنگ (۱۷۸۰/۸۴ء) اس جنگ کی ابتدا بھی انگریزوں کی طرف سے ہوئی۔ حیدر علی اور اسکے جواں سال شہزادے ٹیپو سلطان نے متعدد معرکوں میں فرنگیوں کے دانت کھٹے کئے یہ جنگ ابھی جاری تھی کہ حیدر علی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور ۷/ دسمبر ۱۷۸۲ء کو عالم فانی سے کوچ کرگیا اس کی اس ناگہانی موت پر تبصرہ کرتے ہوئے انگریز مؤرخ مکلیم لکھتا ہے۔

حیدر علی کے انتقال کے وقت ہندستان میں انگریزوں کی حالت نہایت پتلی تھی۔ بنگال پر ناگپور کا راجہ حملہ آور ہونے کی تیاریاں کررہا تھا وسطی ہند میں نانا فرنویس کی قیادت میں مرہٹے انگریزوں کے خلاف مصروف جنگ تھے جنوب میں ایک طرف فرانسیسی بیڑہ ان کو تباہ کررہا تھا دوسری طرف حیدر علی کی فوجوں نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے تھے یوں معلوم ہوتا تھا انگریز کوئی دم کے مہمان ہیں مگر حیدر علی کی بے وقت موت سے ان کے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔

حیدر علی کے انتقال کے بعد اس کا ہونہار فرزند ٹیپو تخت نشین ہوا قدرت نے اسے درسی تعلیم کے علاوہ فنون سپہ گری کی اعلےٰ تربیت بھی دلوائی تھی وہ صاحب شمشیر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ اہل قلم بھی تھا۔ وطن عزیز سے اسے والہانہ عشق تھا انگریزوں کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ اپنے باپ کی طرح وہ بھی برصغیر کی نجات اسی میں سمجھتا تھا کہ انگریزوں کے قدم یہاں نہ جمنے پائیں۔

سلطان ٹیپو نے جنگ جاری رکھی دو سال مسلسل معرکہ آرائیوں کے بعد انگریزوں کی ہمت جواب دے گئی اور انہوں نے سلطان کی پیش کردہ تمام شرائط کو قبول کرتے ہوئے معاہدہ منگلور، مارچ ۱۷۸۴ء پر دستخط کردیئے شرائط یہ تھیں۔

۱۔ دوستانہ مراسم قائم رکھے جائیں گے۔

۲۔ مفتوحہ علاقے خالی اور جنگی قیدیوں کا تبادلہ کیا جائے گا میسور کی تیسری لڑائی سابقہ دو جنگوں میں انگریزوں نے نظام اور مرہٹوں کو ساتھ ملانے کے باوجود بری طرح کھائی تھی اس کا انتقام لینے کے لیے انہوں نے پھر جنگ چھیڑ دی گزشتہ دونوں لڑائیوں میں انہیں جو تلخ تجربہ ہوا تھا اس کے پیش نظر اس مرتبہ نظام اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر میدان جنگ میں لڑنے کے ساتھ ساتھ خلاقی سازشوں کا جال بھی پھیلایا مختلف ہتھکنڈوں اور حربوں سے کام لے کر سلطان کے سپہ سالار اعلےٰ وزیر اعظم وزیر مالیات اور کئی دوسرے اہم امراء سے سازباز کرلی نتیجہ یہ نکلا کہ اہل میسور کی وہی تلوار جو پہلی دو جنگوں میں انگریزوں کے دانت کھٹے کرچکی تھی تیسری جنگ میں کند ثابت ہوئی۔ وہ شیر میسور جس کی دھاڑ سے فرنگیوں کا پتہ آب آب ہوجاتا تھا چند ہی معرکوں کے بعد اپنے دارالحکومت (سرنگا پٹم) میں محصور ہونے اور انتہائی ذلت آمیز شرائط قبول کرلینے پر مجبور ہوگیا۔ ۲۲ فروری ۱۷۹۲ء کو جو رسوا کن معاہدہ سرنگا پٹم طے پایا اس کی دو شرائط حسب ذیل تھیں۔

۱۔ سلطان متحدہ طاقتوں (انگریزوں مرہٹوں اور نظام) کو چھ کروڑ روپیہ بطور تاوان جنگ ادا کرے گا۔ جس میں سے تین کروڑ نقد اور تین کروڑ کے عوض نصف ریاست دیگا۔

۲۔ تاوان جنگ کی ادائیگی تک سلطان اپنے دو بیٹے یرغمال کے طور پر انگریزوں کی تحویل میں دے گا۔

باقی آئندہ
شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

حضرت مولانا

مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لیکر

تحریر: مولانا محمد اسلم شیخوپوری

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب انتہائی با مقصد و پاکیزہ اور قابل رشک زندگی گذار کر وہاں چلے گئے جہاں سے پلٹ کر کوئی واپس نہیں آتا، یہ وہ راستہ ہے جو صرف جانے کیلئے بنا ہے آنے کیلئے نہیں، زندگی تو ہر کسی کی گذر ہی جاتی ہے، کسی کی زندگی مال وجاہ کی طلب میں گذرتی ہے اور کسی کی عہدہ و منصب اور شہرت و ناموری کے حصول کی کاوشوں میں، لیکن بعض ایسے مخلص اور صاحب درد انسان بھی ہوتے ہیں جو اپنی ذات اور ذاتی مفادات کیلئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے جیتے ہیں حضرت مفتی صاحب انہی گنے چنے انسانوں میں سے تھے ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین کی سربلندی، باطل فرقوں کی تردید، مدارس کی تعمیر و ترقی، اعلاء حق کی نصرت و اعانت رسانی اور غریبوں، یتیموں کی حاجت براری کیلئے وقف تھا، اپنی ذات کی تو انہیں فکر ہی نہ تھی، ایسا وقت بھی آیا کہ ان کی طبیعت انتہائی ناساز ہے بیماری خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے، گھر میں ہفتے بھر کا خرچہ نہیں ہے اتنے میں کسی دینی ادارے یا جماعت کا کوئی سرپرست سائل بن کر آگیا آپ نے ہزاروں کی رقم اسے اٹھا دی اور خود خالی ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھا دیئے، کتنے ہی دینی مدارس اور مساجد ہیں جو حضرت مفتی صاحبؒ کی توجہات سے تعمیر ہوئے، کتنی ہی اسلامی جماعتیں اور ادارے تھے جن کی سرپرستی حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے تھے، کتنے ہی غرباء اور مساکین تھے جن کا بار کفالت انہوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا ان کی مثال اس درخت کی سی تھی جو خود تو چلچلاتی دھوپ میں جلتا ہے لیکن دوسروں کو گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں مہیا کرتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اور صاف شفاف دل دیا تھا، ایسا دل جس میں بغض و عناد کا گذر تک نہ ہوا تھا، ایسا دل جو قناعت اور استغناء سے معمور تھا، ایسا دل جو اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تھا ایسا دل جوان کو ہر لحظہ آمادۂ سخاوت رکھتا تھا، ایسا دل جس میں امت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور میرا ذاتی احساس یہ ہے کہ یہی دردِ دل ان کی وفات کا ظاہری سبب بن گیا وفات کی رات وہ کراچی کی ایک مشہور دینی درسگاہ جامعہ بنوریہ میں مشکوٰۃ شریف کے ختم کی تقریب میں شریک تھے، اس تقریب کے اختتام پر انہوں نے انتہائی الحاح اور انکسار کیساتھ دعا کی دعا کا ایک ایک جملہ سوز و درد میں ڈوبا ہوا تھا وہ جب خلیجی مسلمانوں کی نصرت اور غیبی امداد کی دعا کرنے لگے تو ان کی آواز رندھ گئی، آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور ان کیلئے دعا کا جاری رکھنا مشکل ہوگیا، اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ دیر تک شرق اوسط میں امریکہ اور اس کے حلیفوں کی سازشوں کا ذکر فرماتے رہے۔ وہ خون مسلم کی ارزانی اور مظلوم مسلمانوں پر وحشیانہ بمباری پر انتہائی دل شکستہ اور مغموم تھے اس پروگرام سے فارغ ہو کر وہ تقریباً دس بجے بنوری ٹاؤن میں اپنی رہائش گاہ پہنچے اور رات تقریباً ایک بجے ان کو دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔

کتنا پاکیزہ اور مقبول و محبوب تھا وہ انسان جس کی زندگی کی آخری شب بھی تعلیم و تعلّم میں امت کیلئے فکر اور غم اور اللہ کے سامنے گریہ و بکا میں گذری، زندگی بھر ان کی زبان قال اللہ، اور قال الرسول سے تر و تازہ رہی اور جب وہ زندگی کی آخری شب گذار رہے تھے تب بھی ان کی زبان پر قال اللہ وقال الرسول کی مقدس آواز تھی۔ وہ بظاہر مشکوٰۃ شریف ختم کرانے آئے تھے لیکن کسے معلوم تھا کہ وہ اپنی صبح زندگی کے اختتام پر درس حدیث کی مہر لگانے آئے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے والد گرامی اپنے دور کے مشہور ترین عالم دین حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے اساتذہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ جیسے مشاہیر عالم شامل ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کا سلسلۂ نسب مشہور افغان قبیلہ یوسف زئی سے منسلک ہے۔ اصل میں تقریباً نو سو برس پہلے جب محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے اپنے ملک غزنی سے نکلے اور سومنات اور ہندوستان کے دوسرے مندروں کو پامال اور فرش زمین کر کے واپس لوٹنے لگے تو سابق پنجاب اور صوبہ سرحد کے سنگم اور دریائے سندھ کے مشرقی حصہ کے اس سرسبز و شاداب حصہ، علاقہ چھچھ، میں کچھ افغان مجاہدین رہ گئے یہ افغان مجاہدین اس علاقے کے مختلف حصوں میں پھیل گئے چنانچہ اس وقت یہ علاقہ چوراسی سے زائد دیہاتوں کی جغرافیائی صورت میں پھیلا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے آباء و اجداد انہی افغان مجاہدین سے نسبی تعلق رکھتے تھے آپ کا آبائی وطن باہودی ہے جو کہ ضلع کیمبل پور کے مشہور قصبہ حضرو سے مشرق کی طرف دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جدی بزرگوں کا سلسلہ کچھ اس طرح ہے احمد الرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن حکیم گل احمد بن محمد عباس بن محمد حبیب یہ سب حضرات اپنے اپنے دور میں دینداری، زہد و تقویٰ، عبادت و انابت اور علم و عمل میں نمایاں رہے اور علاقے بھر میں انہیں عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب ۱۹۲۹ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئے جہاں کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ مظاہر العلوم میں آپ کے والد حدیث کے استاد تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اعلیٰ تعلیم ٹنڈو الہیار خان میں علامہ شبیر احمد عثمانی کی زیر نگرانی حاصل اور درس نظامی کی تکمیل کر کے ۱۹۵۵ء میں سند فراغت حاصل کی چونکہ محدث عصر حضرت العلامہ محمد یوسف بنوریؒ کو مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ سے بڑی محبت اور عقیدت تھی، اور ان کے باہمی تعلقات حد درجہ گہرے اور مخلصانہ تھے اس لئے حضرت بنوریؒ نے اپنی مومنانہ فراست اور بصیرت کی بنا پر اپنے اس نیک سیرت داماد کی مخفی صلاحیتوں کو بھانپ

لیا تھا چنانچہ انہوں نے مسلسل استخارہ و لیا اور دعاؤں کے بعد اپنی جانشینی کے لئے انہیں منتخب فرمالیا اور برسرِ عام اس کا اعلان بھی فرمادیا۔ ۱۷ / اکتوبر ۱۹۷۷ء کو جب حضرت بنوریؒ کا انتقال فرما گئے تو حضرت مفتی صاحبؒ ان کے جانشین اور جامعہ علوم اسلامیہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ جانشینی کا حق ادا کردیا۔ حضرت بنوریؒ نے جامعہ کے نظم و نسق کے سلسلے میں انتہائی مشکل اصول اپنا رکھے تھے اور تعلیم و تربیت کا بے مثال معیار قائم کر رکھا تھا جس کی بنا پر متعدد معاصرین کا خیال تھا کہ شاید مفتی صاحبؒ اس معیار کو برقرار نہ رکھ سکیں اور ان اصولوں کی محافظت نہ کر سکیں لیکن آپ نے اپنا دورِ اہتمام کچھ اس طرح سے گذارا کہ کسی کو انگلی اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکا بلکہ پاکستان بھر کے مدارس آپکی توجہات اور عنایات سے فیضیاب ہوتے تھے بات صرف مدارس کی نہیں تھی بلکہ بنگلہ دیش کے مستحق عوام اور علماء اور کشمیر اور افغانستان کے مجاہدین کو امدادی فنڈز آپ ہی کے توسط سے ملتے رہے، دسیوں مساجد اور مدارس کے ائمہ اور مدرسین کی ماہانہ تنخواہوں کا انتظام آپ کرتے تھے، پنجاب، سرحد، بلوچستان اور اندرون سندھ کتنے ہی ادارے ہیں جنکو انہی کے تعارف سے چندہ ملتا تھا، کئی مذہبی جماعتیں اور ان کے مستحق کارکنوں کی امداد وہ کرتے تھے، اسی لئے یہ بات برملا کہی جا سکتی ہے کہ مفتی صاحبؒ کی رحلت سے افراد ہی نہیں بلکہ ادارے اور جماعتیں بھی یتیم ہوگئی ہیں۔ یہ عجیب بات تھی کہ بعض ایسی جماعتیں جو باہمی انتشار اور خلفشار کا شکار تھیں ان کے قائدین اپنے متضاد خیالات کے باوصف حضرت مفتی صاحب پر اعتماد کرتے تھے۔ یہ ان کے حسنِ اخلاق، وسعتِ قلبی اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ ان کے گھاٹ پر شیر اور بکری اکٹھے پانی پیتے تھے۔ ان کا ذاتی کمرہ بیک وقت انتظامی دفتر بھی تھا اور اصلاحی خانقاہ بھی، وہاں سیاسی مد و جزر پر بحث بھی ہوتی تھی اور باطل فرقوں کی تردید کے لئے مشورے بھی، عبادت و انابت کی تلقین بھی ہوتی تھی اور نظریہ و سیاست کی مثبت تعلیم بھی، یہ سب کچھ تو تھا لیکن ان کے کسی انداز سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ معلم و مربی ہیں یا کسی ادارے کے مہتمم اور بیسیوں جماعتوں اور مدارس کے سرپرست ہیں بلکہ وہ مٹے ہوئے انسان تھے، ان پر فنائیت اور انکسار کا غلبہ تھا۔

لباس کی تراش خراش نشست و برخاست اور گفتگو کے کسی بھی انداز سے وہ یہ تاثر قطعاً نہیں دیتے تھے کہ وہ بڑے آدمی ہیں، بلکہ چھوٹوں کے ساتھ ایسا مشفقانہ برتاؤ کرتے کہ وہ جری اور دلیر ہو جاتے اور ان کے حوصلوں کو جلا مل جاتی، بہت تھوڑے علماء اور قائدین ہوں گے جو خورد نوازی میں ان کی ہمسری کر سکیں، ان کی خورد نوازی نے کتنے ہی چھوٹوں کو بڑا بنا دیا۔ ان کے اندر ایک بڑی صفت یہ تھی کہ وہ دنیاوی اعتبار سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے کسی سرمایہ دار کی دولت و ثروت اور کسی وزیر مشیر یا صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ و منصب انہیں حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکتا تھا، وہ ڈنکے کی چوٹ حق بات کہہ دیتے تھے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔ انہیں اس سلسلے میں جیل بھی جانا پڑا لیکن تعارف رکھنے والے احباب جانتے ہیں کہ اسیری ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ اور انہوں نے سرِ مو اپنے موقف سے پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا، ان کی کس کس خوبی کا تذکرہ کیا جائے، حقیقت میں وہ تو اخلاقِ کریمانہ اور اعلیٰ صفات و کمالات کا حسین گلدستہ تھے، افسوس کہ یہ گلدستہ بھی خزاں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

خوشخبری

علومِ دینیہ کے طلباء کے لئے عظیم اور نادر موقع

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کا ستروان

دورہ تفسیر قرآن ۱۴۱۱ھ

انشاء اللہ العزیز

یکم شعبان تا ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ پڑھائیں گے

استاذ العلماء حضرت مولانا حمید الرحمن عباسی مدظلہ

بھی اپنے لیکچرز سے طلباء کرام کو مستفید فرمائیں گے

نوٹ، طلباء کرام کو فی کس چار سو روپے ماہانہ وظیفہ انجمن خدام الدین ادا کرے گی۔

المعلن

ناظم عالمی انجمن خدام الدین

جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوریؒ شیرانوالہ دروازہ لاہور ۵۴۰۰۰

جامع مسجد امام الہدیٰ مولانا عبیداللہ انور نوراللہ مرقدہ شیر شاہ بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور — فون

حرم شریف کی توسیع ۔ عہد بہ عہد

از: محمد قمر عالم قاسمی ایم اے علی گڑھ

(۱) مسجد حرام

عرب خانہ کعبہ کا ظہور اسلام سے پہلے ہی سے حج کیا کرتے تھے قرآنی اشارات اور تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ خانہ کعبہ کا وجود حضرت ابراہیمؑ کی آمد سے پہلے ہی سے تھا لیکن مرور زمانہ کی وجہ سے اس کے آثار مٹ چکے تھے۔ خانہ کعبہ اس وقت سے لے کر ظہور اسلام تک چار تعمیری مرحلوں سے گزرا۔ (۱) جس وقت اللہ نے خانہ کعبہ کی جگہ کو حضرت ابراہیمؑ کی خاطر ظاہر کیا اور ان کو اس کی عمارت تیار کرنے اور بنیاد اٹھانے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ کی معیت میں اس گھر کی تعمیر کی (۲) عمالیقی تعمیر جو مکہ مکرمہ کے والی تھے (۳) جرہمی تعمیر ہے جو جرہم نے مکہ معظمہ پر اقتدار کے زمانہ میں یہ تعمیر کے ذمہ دار تھے (۴) قریشی تعمیر ہے اس کی تعمیر میں خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک رہے ہیں اس وقت آپؐ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی۔

جب اسلام جزیرہ عرب سے باہر پھیلنے لگا اور حجاج کرام کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا تو اب مزید توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں سنہ ۱۷ھ اسلام کے دوسرے ملکوں میں پھیلنے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر نیز حجاج و معتمرین اور زائرین کی کثرت کے باعث مسجد حرام کی توسیع کی گئی دور فاروقی ہی میں ایک زبردست سیلاب آیا جو مقام ابراہیمؑ کو اکھاڑ کر مکہ کی نشیب میں بہا لے گیا چنانچہ عمر فاروقؓ نے دوبارہ اسے اپنے مقام پر لگا دیا اور مسجد حرام سے سیلاب کو روکنے کے لئے ایک دیوار حائل کر دی۔ اور طواف کی جگہ کشادہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے قرب و جوار کے مکانات خرید کر مسجد حرام میں شامل کر دیا اور چند دروازوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی دیوار تعمیر کروا دی اور ان دروازوں پر لیمپ رکھنے کے لئے حکم فرمایا یہ شرف سب سے پہلے حضرت عمرؓ کو حاصل ہوا کہ انہوں نے مسجد حرام کی خاطر دیوار اور دروازے بنوائے اور رات میں روشنی کا انتظام فرمایا اور خانہ کعبہ کو سیلاب سے بچانے کے لئے بند تعمیر کروایا جس کے ذریعے سیلاب کا رخ وادی ابراہیم کی طرف پھیر دیا۔

خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت میں یعنی عہد فاروقی کی توسیع کے ۹ سال بعد دوسری مرتبہ توسیع کا کام ہوا۔ چنانچہ انہوں نے مسجد حرام سے متصل مزید مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر دیے اور نئے طرز سے اس کی تعمیر کروائی کہ چھت دار سائبان بنایا تاکہ نمازیوں کو گرمی و سردی میں دھوپ کی تپش اور بارش سے اذیت نہ ہو۔ حضرت عثمان بن عفان وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے مسجد کے لئے سائبان بنوایا۔

سنہ ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے ہاتھوں تیسری مرتبہ توسیع کا کام ہوا۔ انہوں نے بھی مسجد حرام کے قرب و جوار کے گھروں کو خرید کر اور اسے منہدم کر کے مسجد میں شامل کر دیا۔ جب حصین بن نمیر اور عبداللہ ابن زبیر کے مابین ہوئی جنگ میں گولہ باری سے خانہ کعبہ کی عمارت کے بعض حصے نذر آتش ہو گئے اور اس کی بنیاد اکھڑ گئی تو بڑے پس و پیش کے بعد از سر نو اس کی اصل بنیاد پر تعمیر شروع کی۔ سب سے پہلے یہ شرف ابن زبیر کو حاصل ہوا ہے کہ انہوں نے طواف کی جگہ پختہ فرش بنایا اور خانہ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھا دیا اور اس کو سنہرے رنگ سے آراستہ کیا۔

مگر حجاج بن یوسف ثقفی نے عبداللہ بن زبیرؓ کے اضافہ کردہ حصے کو ختم کر دیا اور خانہ کعبہ کے عقبی دروازہ کو جسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بنوایا تھا بند کر دیا اور مشرقی دروازہ حسب سابق اصل کرسی سے بلند کر دیا اور اس پر ریشمی غلاف چڑھایا پھر اس کے بعد عبدالملک بن مروان کے تعمیری کام کا زمانہ آیا درحقیقت حجاج بن یوسف ثقفی کا تعمیری کام عبدالملک بن مروان کے کارنامہ کی فہرست میں شامل ہے کیوں کہ حجاج نے اس کام کو مروان کے حکم سے انجام دیا تھا مگر انہیں تمنا تھی کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں براہ راست شرکت کرے چنانچہ انہوں نے مسجد حرام کی دیواروں کے اٹھانے کا حکم دیا اور ساگوان جیسی عمدہ ترین لکڑی سے اس کی چھت تیار کرائی پھر انہوں نے ستونوں کو سنہرے رنگ سے آراستہ کیا اور صفا و مروہ کی درمیانی سڑک پر روشنی کا انتظام کیا اور کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھایا اور ہر سال ملک شام سے خانہ کعبہ کے لئے کپڑا بھیجتے رہے۔

سنہ ۹۱ھ میں اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ آیا انہوں نے بھی مسجد کے صحن میں اضافہ کر کے اس کی عمارت میں تجدید کی اور اس کے سائبان کی تعمیر میں ساگوان کی گل و بوٹوں والی لکڑی استعمال کی گئی اور رنگ مرمر کے ستون نصب کئے جو شام اور مصر سے درآمد کئے تھے۔ اسی طرح انہوں نے مسجد حرام کی دیواروں پر برجوں کا اضافہ کر کے اس پر ٹائل لگوائے۔

اس کے چالیس سال بعد خلیفہ عباسی منصور نے کچھ زیادتی کر کے مسجد حرام کے ساتھ ایک وسیع و عریض صحن کو شامل کر دیا اور رنگ مرمر کے منقش ستونوں پر سائبانوں کا اضافہ کیا اور شمال کی جانب مغربی گوشہ میں روشنی کا انتظام کیا منصور کا کام مسجد کے آخری حصہ پہنچا کر ولید بن عبدالملک کے کام سے مل گیا تو انہوں نے مسجد کے صحن میں دائرہ نما ایک سائبان بنا دیا۔

سنہ ۱۶۱ھ میں عباسی خلیفہ مہدی بن منصور نے

اپنے حج کے دوران حاجیوں کے لئے مسجد حرام کرنا کافی تھا چنانچہ انہوں نے مسجد کی توسیع کا حکم دیا چنانچہ مسجد حرام کے قرب وجوار کے مکانات کو خرید کر مشرق وشمال کی جانب مزید اضافے کئے گئے البتہ جنوبی حصے کو جوں کا توں چھوڑ دیا گیا ۱۶۴ھ میں جب مہدی نے حج کیا تو مسجد کے جنوبی حصے کی جانب اس نے کمی محسوس کی لہذا اس طرف بھی اضافہ کا حکم دیا تاکہ خانہ کعبہ بالکل وسط میں ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کام بھی کیا کہ پانی کے بہاؤ کا رخ دوسری طرف موڑ دیا توسیع کا یہ کام ان کے لڑکے موسیٰ ہادی کے دور خلافت ۱۶۹ھ میں تکمیل کو پہنچا۔ اور یہی اضافہ جسے مہدی نے کیا تھا اپنے حال پر برقرار رہا۔ (باب الزیادہ اور باب ابراہیم کے علاوہ) جس کے بعض حصے میں اصلاح وترمیم کا کام ہوا گزشتہ توسیع اور اس میں دار الندوہ کا بھی کچھ حصہ مسجد حرام میں شامل کر لیا گیا تھا عباسی خلیفہ معتضد باللہ نے اس کے بقیہ حصے کو بھی مسجد میں شامل کر لیا اور اصلاح وترمیم کی ہدایت جاری کی یہ کام ۲۸۴ھ میں انجام کو پہنچا جسے باب الزیادہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۳۰۶ھ میں مسجد کے رقبہ میں دوسری مرتبہ اضافہ کیا گیا چنانچہ اس حصہ کو جو باب ابراہیم کے نام سے موسوم ہے مسجد میں شامل کر لیا گیا اس توسیع کے بعد عہد سعودی تک کوئی قابل ذکر توسیع نہیں ہوئی پھر ۸۰۲ھ میں مغربی اور شمالی حصے کسی سبب سے جل گئے ۸۰۳ھ میں سلطان فرج بن برقوق مصری کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مصری امیر حج کو اس جلے ہوئے حصے کی اصلاح کا حکم دیا لیکن چھت کی تکمیل میں مناسب لکڑی کے نہ ملنے کی وجہ سے ۸۰۷ھ تک تاخیر ہو گئی ۹۷۹ھ میں مسجد کی عمارت میں بارش کی وجہ سے کچھ خرابی آ گئی چنانچہ سلطان سلیم عثمانی نے عمارت کی مکمل تجدید کا فیصلہ کیا اس فیصلہ کے مطابق قدیم سائبانوں کو منہدم کر کے جدید سائبان تعمیر کیا گیا اور اس کی چھتوں کو لکڑی کی بجائے گنبد کی شکل میں بنایا گیا یہ تعمیری کام ان کے لڑکے سلطان مراد کے زمانے تک جاری رہا یہاں تک کہ ۹۸۴ھ میں پورا ہوا۔

ورق الشجے

گستاخ رسول کو بکرے نے مار کر ہلاک کر دیا

نافع بن عاصم نے بیان کیا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا تھا وہ عبداللہ بن قمہ بنی ہذیل کا ایک آدمی تھا۔ سو اللہ پاک نے اس پہ ایک بکرے کو مسلط کر دیا۔ اس بکرے نے اُسے یہاں تک سینگ مار کر اُسے ہلاک کر دیا۔

(اخرج ابو نعیم فی الدلائل ص ۲۳۲)

گستاخ رسول کو زندہ زمین میں دھنسا دیا

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جنگ اُحد میں کہا اے میرے اللہ اگر محمد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہوں تو مجھے دھنسا دے راوی کہتے ہیں چنانچہ اس آدمی کو اللہ جل شانہ نے زندہ زمین میں دھنسا دیا۔

(حیاۃ الصحابہؓ ص ۶۲۴ جلد سوم)

گستاخ رسول مرتد کو زمین نے باہر پھینک دیا

ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا، اور سورہ بقرہ و آل عمران پڑھی آنحضرتؐ نے اس کے متعلق کتابت وحی کی خدمت سپرد کی، چند دنوں کے بعد وہ مرتد ہو کر بھاگ گیا اور عیسائی ہو گیا اور مشہور کیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی دکھائی، یعنی اس کو موت دیدی۔ اس کے دوستوں نے اس کو دفن کیا تو صبح کے وقت لاش قبر کے باہر تھی۔ اس کے دوستوں کو معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ یہ محمدؐ اور اصحاب محمدؐ کا کام ہے،

چونکہ وہ اُن سے علیحدہ ہو گیا۔ اس لئے قبر کھود کر اسکو باہر پھینک دیا۔ اس خیال سے اُن لوگوں نے اب خوب گہری قبر کھود کر اس میں اسکو دفن کیا صبح کے وقت پھر مردہ قبر سے باہر تھا اب اُن کا یہ خیال پختہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ یہ مسلمانوں ہی کی حرکت ہے، پھر جس قدر وہ گہری قبر کھود سکتے تھے کھود کر اس میں اسکو دفن کیا صبح کو دیکھا تو پھر وہی منظر سامنے تھا اب ان کو یقین ہوا کہ یہ آدمی کا کام نہیں ہے چنانچہ اسکو اسی طرح زمین پر چھوڑ دیا۔

(بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام) (از قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ)

مسجد حرام کی توسیع حکومت سعودیہ کے عہد میں!

عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں آخری توسیع کے بعد سے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے تک مسجد کا رقبہ تقریباً ۲۹،۱۲۷ میٹر مربع پر مشتمل رہا اور مسجد کے اردگرد عمارتیں اس کثرت سے بنتی رہیں کہ یہ عمارتیں مسجد سے بالکل مل گئیں جس کی وجہ سے مسعیٰ اور مسجد کے درمیان فصل ہوگیا اور دوکانوں و مکانوں کی کثرت کی وجہ سے سعی گاہ بالکل تنگ ہوگئی۔

نیز حج اور عمرہ کے لئے آنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی بنا پر مسجد حرام بہت تنگ ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد راستوں اور تنگ گلیوں میں نماز ادا کرنے پر مجبور ہوگئی، اس لئے مسجد حرام کی توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ زائرین کو نماز کی سہولت ہو چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے ۱۳۶۸ھ میں حرمین شریفین کی توسیع کے سلسلے میں اپنے ارادہ کا اعلان کیا پھر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں مسجد حرام کی توسیع کا کام صادر فرمایا اور یہ کام شاہ فیصل کی زیرنگرانی شروع ہوگیا منصوبے کی تکمیل کے لئے ڈالر زمینوں کی لاگت کا تخمینہ ہوا۔ نیز عام سڑک جس کا رخ مسعیٰ کی طرف تھا کو نئے راستے سے ملانے اور مسعیٰ سے ہوکر گزرنے والے سیلاب اور مسجد حرام کے بعض اندرونی حصوں تک پہنچنے والے پانی کے لئے نالہ وغیرہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا اور اس پہ عملدرآمد بھی ہوا۔

مسجد کی تعمیر دو منزلوں پر جاکر تکمیل کو پہنچی جس کی لمبائی ۳۹۴،۵ میٹر اور چوڑائی ۲۰ میٹر تھی زیریں منزل کی اونچائی بارہ میٹر اور بالائی منزل کی اونچائی ۹ میٹر تھی اور مسعیٰ کے راستے کو دو حصوں میں منقسم کرنے والی ایک دیوار کھڑی کردی گئی تاکہ آتے جاتے سعی کرنیوالوں کا ایک ہی راستہ میں اژدحام نہ ہوجائے مسعیٰ کے اندرونی اور شرقی حصے کی طرف سولہ دروازے بنائے گئے نیز مسعیٰ کی بالائی منزل کے لئے حرم شریف سے باہر کی جانب دو دروازے بنائے گئے ان میں سے ایک صفا کے نزدیک دوسرا مروہ کے پاس اور اندرونی جانب سے دو سیڑھیاں بنائی گئیں۔ ان میں سے ایک باب صفا کے پاس دوسری باب سلام کے نزدیک، پہلی منزل کے نیچے گنبد نما منزل تعمیر ہوئی جس کی اونچائی تین میٹر تھی اور جنوب میں ایک وسیع ہال تیار کیا گیا یہ ساری تعمیرات بحمد للہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں اس عمارت کی دیواروں کو مکہ مکرمہ کے قریبی پہاڑوں سے حاصل سرد سنگ مرمر سے مزین کیا گیا کھمبوں اور چھتوں پر منقش پتھر لگائے گئے اور اس جنوبی ہال کی پہلی منزل کی اونچائی ساڑھے دس میٹر ہے جس میں تین بڑے دروازوں پر مشتمل راستے بنائے گئے ہیں جس کا نام باب الملک رکھا گیا ہے۔

دوسری منزل کی اونچائی دس میٹر ہے نیز ہال کی تیسری منزل بھی بنائی گئی جو باب ام ہانی اور باب ابراہیم کے درمیان تک پھیلی ہوئی ہے اور صفا کے اوپر مسعیٰ اور ہال کے جنوبی حصے کی طرف دوسری منزل کی سطح کے مساوی ایک دائرہ نما گذرگاہ بنائی گئی ہے اور ان دونوں کو گول گنبد نما چھت کے ذریعہ ملا دیا گیا اور ایک تہ خانہ بھی تعمیر کیا گیا ہے جو جنوبی ہال سے باب وداع تک وسیع ہے۔

زیر تعمیر
جامع مسجد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی رجسٹرڈ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد اسحاق قادری مدظلہ العالی
فیض یافتہ امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری
بانی و مہتمم جامعہ حنفیہ قادریہ و انجمن خدام الاسلام
باغبانپورہ، لاہور

ایک بندۂ خدا نے مسجد کی تعمیر کے لئے انجمن خدام الاسلام (رجسٹرڈ) حنفیہ قادریہ کے نام ایک پلاٹ وقف کیا ہے، اس آبادی اور ملحقہ قریبی آبادیوں میں مسلک کی دوسری کوئی مسجد نہیں، اس کی تعمیر شروع کردی گئی ہے، موقع دیکھ کر اس تعمیری کام کو کوئی ایک صاحب یا کئی صاحبان اپنے لئے یا اپنے کسی عزیز کے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر مکمل کرا دیں تاکہ رمضان المبارک میں نماز تراویح اور خطبہ جمعۃ المبارک کا اجراء کیا جاسکے۔ جامعہ حنفیہ قادریہ جو اپنے علاقہ میں عرصہ سے دینی تدریسی خدمات انجام دے رہا ہے، اسمیں اس وقت ڈیڑھ صد ۱۵۰ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں جنمیں سے ۷۰ طلبہ بیرونی ہیں جن کی جملہ ضروریات مثلاً رہائش، خوراک، علاج معالجہ وغیرہ بذمہ جامعہ ہیں، آٹھ اساتذہ کرام تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جامعہ کا سالانہ خرچ تقریباً ۲۴۰،۰۰۰ دو لاکھ چالیس ہزار روپے ہے، طلبہ کے لئے رہائشی کمروں کی اشد ضرورت ہے، احباب سے اپیل ہے کہ زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرانہ اور عطیات سے جامعہ کی بھرپور امداد فرمائیں۔

ترسیل رقم و رابطہ کے لئے = اکاؤنٹ 870 مسلم کمرشل بنک باغبانپورہ

قاری جمیل الرحمٰن اختر فاضل وفاق المدارس العربیہ ناظم اعلیٰ
جامعہ حنفیہ قادریہ 285- جی ٹی روڈ، باغبانپورہ، لاہور، پاکستان

صحافت کے امام | خطابت | سیاست | ادب

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ رحمۃ اللہ علیہ

از : حافظ محمد ابراہیم بندھانی

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کا نام نامی اسم گرامی جب بھی کسی محفل میں لیا جاتا ہے تو ہماری گردنیں احترام اور محبت و عقیدت سے جھک جاتی ہیں گویا ؎

وہ زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا۔
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے،،

حضرت آزادؒ کی ولادت باسعادت اس پاک و مقدس مقام مکہ معظمہ میں ہوئی جہاں ہمہ وقت ہدایت و نور کے چشمے پھوٹتے اور آسمان سے رحمتوں و برکات کا مینہ برستا ہے اس قابل رشک سرزمین پر ملت اسلامیہ کی اس عہد آفریں و تاریخ ساز شخصیت نے ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء میں جنم لیا۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا خیرالدینؒ عالم باعمل تھے ان کا خاندان مذہبی روایات کے بہت گہرے رنگ میں رنگا ہوا تھا جدید تعلیم کا حصول چونکہ مولانا کے خاندانی مزاج سے مطابقت نہ رکھتا تھا اس لئے مولانا آزادؒ کے والد گرامی نے آپ کو دینی تعلیم کی طرف راغب کرنا شروع کر دیا۔ ابتداء میں مولانا خیرالدینؒ نے خود پڑھایا اور پھر مکہ معظمہ سے مستقل طور پر ہندوستان جاکر کلکتہ میں سکونت اختیار کر کے گھر پر ہی مختلف جید ممتاز علماء کرام کو مولانا آزادؒ کی تعلیم پر مامور کر دیا۔

مذہبی تعلیم سے فراغت کے بعد تقاضائے وقت کے تحت مولانا آزادؒ نے جدید سائنس، فلسفہ اور ادب کے مطالعے پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دی اور اس طرح آپ نے بہت ہی مختصر وقت میں انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔ چونکہ مولانا ابوالکلام آزادؒ دین اسلام میں فرقہ بازی کے سخت خلاف تھے اس بارے میں مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنے اضطراب کا اظہار ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ "پہلی بات جس سے مجھے تکلیف ہوئی وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بغض و عناد کا مظاہرہ تھا میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر تھا کہ جب وہ ایک ہی سرچشمے سے روحانی سرمایۂ حیات حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان میں یہ مخالفت و عداوت کیوں ہے؟

ہر فرقہ جس قطعی اعتماد و یقین کے ساتھ دوسروں کو گمراہی اور بدعت کا شکار ٹھہراتا تھا اسے صحیح اور حق بجانب تصور کرنے پر بھی میں اپنے دل کو آمادہ نہ کر سکا، دو تین سال تک میرے دل میں شدید بے چینی رہی اور میں اپنے شکوک کو دور کرنے کی آرزو میں تڑپتا رہا کبھی کوئی کیفیت طاری ہوتی اور کبھی کوئی اور پھر بالآخر میں ایک منزل پر پہنچا جبکہ وہ تمام بندشیں ٹوٹ کر پارہ پارہ ہو گئیں جو میرے خاندان اور خاندان کی فضاء میں تربیت نے میرے ذہن پر لگائی تھیں مجھے محسوس ہوا کہ میں تمام رسمی اور مصنوعی رشتوں اور پابندیوں سے آزاد ہو گیا ہوں اور میں نے فیصلہ کیا کہ آگے قدم بڑھاؤں گا تو اسی راہ پر جو میں نے اپنے لئے منتخب کی ہو یہی وہ زمانہ تھا جب میں نے اپنے لئے "آزاد" کا لقب اختیار کیا جس کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں مروجہ رسمی عقائد کی قید سے آزاد ہو گیا ہوں"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو چونکہ مولانا ابوالکلام آزادؒ سے فرنگی سامراج کے جاہ و جلال سے بغاوت ظلم و استحصال سے دکھی انسانیت کی خدمت، ملک و ملت کی رہنمائی، تعلیمات اسلامی کی ترویج و اشاعت اور ادب و صحافت کی تاریک راہوں میں علم و تدبر اور فکر و نظر کی قندیلیں روشن کرانا مقصود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و فضل کی بے شمار دولتوں فکر و نظر کی لاتعداد صلاحیتوں اور سیرت کے اعلیٰ محاسن سے نوازا تھا جنگ آزادی کے نامور مجاہد ممتاز صحافی آتش بیاں خطیب شورش کاشمیریؒ نے اپنے منفرد ادبی و شاعرانہ اسلوب میں مولانا آزادؒ کو خراج عقیدت ان الفاظ میں پیش کیا ہے "مولانا ابوالکلام آزادؒ ہر رعایت سے اتنے جامع الصفات خطیب تھے کہ خطابت ان کے بیان کا ہالہ تھی وہ برعظیم میں فن کی رعایت سے اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب تھے اور خطابت کے معنوی اوصاف میں کوئی ان کے ہم پلہ نہ تھا وہ ایک ہی شخص تھے جن میں قیادت و خطابت کی رعایتوں سے ایک نادر روزگار انسان کی وہ تمام خوبیاں بیک وقت اکٹھی ہو گئی تھیں جن سے پورا ہندوستان آخر وقت تک خالی رہا، وہ قدیم و جدید کے محاسن کا امتزاج تھے سیاستدان، مدبر، مفکر، رہنماء، ادیب، صحافی، خطیب، مفسر اور کیا کچھ نہیں تھے ہر مجلس میں منفرد و یگانہ تھے ان کے محاسن اتنے عظیم تھے کہ ہر شخص ان پر فخر کرتا تھا وہ شمع محفل کی طرح سب سے جدا اور سب کے رفیق تھے۔

برصغیر سے فرنگی تسلط کے خاتمے، انگریزی اقتدار کے جاہ و جلال سے مرعوب مسلمانوں میں قومی وحدت کا جذبہ بیدار کرنے اور ان کے تن مردہ میں آزادی کی روح ڈالنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ایک بے باک اور حق و صداقت کے علمبردار اخبار کی ضرورت محسوس کی چنانچہ اس غرض سے جون ۱۹۱۲ء میں "الہلال" کا اجرا کیا گیا الہلال کی اشاعت سے اردو صحافت ایک نئے دور میں داخل ہو گئی۔ اس اخبار کو قلیل مدت کے اندر ہی خاص و عام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہونا شروع ہو گئی۔ الہلال نے غلام و محکوم عوام میں غیر ملکی دور حکومت کے خلاف انقلابی تحریک پروان چڑھانے میں بھی نمایاں مرکزی کردار ادا کیا۔ مخالفین نے ملک کے طول و عرض میں اس اخبار کی روز افزوں بڑھتی ہوئی شہرت و ہر دلعزیزی سے بدحواس ہو کر اس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا۔ فرنگی سرکار نے پہلے دو تین مرتبہ تو زر ضمانت کے طور پر رقومات طلب کیں اور پھر بالآخر "الہلال" پریس ضبط کر کے اخبار کی اشاعت پر پابندی لگا دی لیکن مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ؎

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

کے مصداق پانچ ماہ بعد ہی "البلاغ" کے نام سے پریس قائم کر کے پھر اسی نام سے ایک نیا اخبار جاری کر دیا جس سے بوکھلا کر فرنگی حکومت نے مولانا آزادؒ کو کلکتہ سے شہر بدر کیا اور پھر بعد میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت باقاعدہ گرفتار کر لیا۔ فرنگی حکومت مولانا آزادؒ کی شخصیت سے اس قدر خائف تھی کہ کم

دیگر مختلف مقامات میں آپ کے داخلے پر مستقل پابندی لگا دی گئی تھی۔ ظلم و ستم رکاوٹوں اور بندشوں کے باوجود مولانا آزادؒ قافلۂ حریت کو منظم و مستحکم کرنے میں شب و روز سرگرم عمل رہے مولانا کی یہ محنت رائیگاں نہیں گئی اور جلد ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت آزادؒ کو قائد احرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفکر احرار چودھری افضل حقؒ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ جیسے سرفروش و شیر دل مجاہد ساتھی ملا دیئے جن کی جرأت و شجاعت اور عزم و استقامت کے سامنے فرنگی سامراج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑا اور پھر بالآخر وہ اپنا تمام ساز و سامان مال و زر اور جدید اسلحہ سے لیس فوج و پولیس سمیت یک و تنہا سے بھاگ کھڑا ہوا۔

مولانا ابو الکلام آزادؒ نے کم و بیش گیارہ سال قید فرنگ میں گزارے۔ آپ احمد نگر کے قلعے میں پابند سلاسل تھے کہ بیگم کی بیماری کی اطلاع موصول ہوئی پھر خبر ملی کہ حالت زیادہ خراب ہے لیکن مولانا آزادؒ نے کسی قسم کی گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار نہ کیا۔ چند روز بعد پھر گھر سے ٹیلیگرام ملتا ہے کہ حالت بہت زیادہ تشویشناک ہے اب جان کا بچنا محال ہے لیکن عزیمت و استقامت کے اس کوہ بے کراں نے صبر و تحمل اور جرأت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ فرنگی سرکار نے صورت حال کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت آزادؒ کو پیرول پر رہا کرنے کی پیشکش بھی کی مگر قافلۂ حریت و فقر کے اس عظیم سرخیل قائد کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والی اس ظالم، غاصب اور سفاک حکومت سے کسی قسم کی رعایت کے طالب ہوں اور پھر آخر کار مولانا ابو الکلام آزادؒ کی شریک حیات ان کے ایام قید کے دوران ہی رحلت فرما گئیں جب جیل میں آپ کو یہ جانکاہ اور دردناک خبر سنائی گئی تو آپ نے اسے مشیت ایزدی سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا۔ جب آپ کی شریک حیات کا جنازہ بغرض تدفین قبرستان لے جایا جانے لگا تو چند مٹھی بھر سیاسی اوباشوں اور فرنگی سامراج کے گماشتوں نے اس بے گناہ کے جنازے پر پتھراؤ کر کے اپنے انگریز آقاؤں کا حق نمک حلال کیا۔ مولانا ابو الکلام آزادؒ نے فرنگی دور حکومت میں بہت کم ناموں تحریکوں میں حصہ لے کر مرکزی کردار ادا کیا۔ اس راہ میں حضرت مولاناؒ کو متعدد بار دار و رسن کے مرحلوں اور دیگر آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑا۔ مولانا آزادؒ نہایت نازک مزاج کم گو اور خلوت پسند تھے آپ بہت کم بولتے اور جب بات کرتے تھے تو کوزے میں دریا کو بند کر دینے کے مصداق مختصر الفاظ میں وسیع معنی و مفہوم سمجھا دیا کرتے تھے۔ آپ خواہ جیل میں ہوتے یا جیل سے باہر زیادہ سے زیادہ وقت ادب، تاریخ، مذہب و فلسفہ کی کتابوں کے مطالعہ اور قلم و قرطاس کی صحبتوں میں گذارتے۔ مولانا آزادؒ کی علمی و فکری صلاحیتیں دینی پلیٹ فارم سے نکھریں اور اجاگر ہونا شروع ہوئیں جب آپ نے دین اسلام کی حقانیت و صداقت پر عیسائی مبلغوں اور آریا دریوں سے بڑے معرکے کے مناظرے کئے تو آپ کی ذات گرامی دینی خدمات فہم و فراست اور مستجمع الصفات رہنما کی حیثیت سے ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کے دل و دماغ میں تہہ تک اپنا گھر بناتی چلی گئی۔ مولانا ابو الکلام آزادؒ نے سیاسی طور پر اپنی وابستگی اگرچہ کانگریس کے ساتھ کی تھی تاہم دین اسلام اور مسلمانوں کا مفاد وہ دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے۔ انہیں اس بات کا بڑا قلق تھا کہ امت محمدیؐ نے اپنی تاریخی حیثیت اور قومی وقار کو فراموش کر کے دوسری اقوام کے مقابلے میں زوال اور پستی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں جامع مسجد دہلی میں لاکھوں افراد پر مشتمل ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا ابو الکلام آزادؒ نے فرمایا تھا کہ دیکھو مسجد کے مینار جھک کر تم سے سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا ہے؟ ابھی کل کی بات ہے کہ جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے مسلمان اور بزدلی یا مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے مسلمان کو نہ تو کوئی طمع ہلا سکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکتا ہے یہ تمہارے اپنے ہی اعمال کے پھل ہیں آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود ایک زلزلہ تھے آج اندھیرے سے کانپتے ہو کیا یاد نہیں رہا کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا یہ بات کی سیل کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے پائنچے چڑھا لئے ہیں وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرا دیئے بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا، صرصر اٹھی تو اس کا رخ پھیر دیا، آندھیاں آئیں تو ان سے کہا کہ تمہارا راستہ یہ نہیں ہے یہ ایمان کی جانکنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے گریبانوں سے کھیلنے لگے اور خدا سے اس درجہ غافل ہو گئے کہ جیسے اس پر کبھی ایمان ہی نہیں تھا۔

مولانا ابو الکلام آزادؒ عبادت و ریاضت میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سیرت کا اعلیٰ نمونہ تھے، سفر میں ہوں، حضر میں، ریل میں ہوں یا جیل میں لیکن عبادت الٰہی سے کبھی غافل نہ رہتے۔ امیر شریعت امام الحجاہدین حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں دو ہی انسانوں کی نمازیں دیکھی ہیں جن سے مجھے پتہ چلا کہ نماز کسے کہتے ہیں ایک مولانا ابو الکلام آزادؒ اور دوسری حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی۔

مولانا آزادؒ کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے لگاؤ ہو گیا تھا آپ نے اس میدان میں بھی بہترین نظموں اور اشعار وغیرہ پر مشتمل اپنے کلام کا انمول ذخیرہ چھوڑا ہے یہ اشعار مولانا آزادؒ کی دلی کیفیت کا آئینہ دار ہیں۔

تھا جوش و خروش اتفاقی ساقی
اب زندہ دلی کہاں ہے باقی ساقی
مے خانے نے رنگ و روپ بدلا ایسا
میکش میکش رہا نہ ساقی ساقی

تقریباً نصف صدی تک انتہائی کٹھن اور پر آشوب دور میں جہالت و گمراہیت کی تاریک راہ پر بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے علم و عمل

باقی صفحہ ۲۰ پر

ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح
اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
سُنار اجیولرز
آسمانوں کی زینت ستارے
خواتین کی زینت زیورات
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲
فون نمبر : ۲۳۵۰۸۰

محفل سوال وجواب

اسلام پر مرزائیوں کے اعتراضات اور ان کے اجمالی جوابات

ملتان میں ردِ قادیانیت کے کورس کے موقع پر محفل سوال وجواب سے مناظرِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کا خطاب

سوال نمبر ۲: مرزا قادیانی خود مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے تو وہ مسیح علیہ السلام کی کس طرح توہین کے مرتکب ہو سکتے ہیں؟

جواب: پہلے تو مرزائی یہ بتلائیں کہ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ اس عاجز نے جس نے مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں اس نے یہ ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔

مرزا قادیانی کے اس فرمان کو قادیانی بار بار پڑھیں وہ کہتا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔ جو مجھے مسیح کہے وہ کم فہم مفتری اور کذاب ہے اسی کتاب کے ٹائٹل پر دیکھیں کہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود کہا گیا ہے اب مرزائی ارشاد فرمائیں کہ اندر کی بات صحیح ہے یا ٹائٹل کی۔ یا یہ کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور اس کا ذمہ مرزائیوں کے ذمہ ہے

نمبر۲: مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں مگر کشتی نوح میں لکھا ہے کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں اب قادیانی بتائیں کہ ازالہ والی بات صحیح ہے یا کشتی نوح والی اور پھر لطف یہ کہ مسیح ابن مریم بننے کے لئے مرزا نے جو کہانی تراشی ہے وہ عجیب ہی عبرت آموز اور حیا سوز ہے۔

مرزا قادیانی نے کشتی نوح کے صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔

اور اس سے اگلے صفحہ پر دردِ زہ اور کھجور کا بھی ذکر ہے اب مرزائی فیصلہ کریں کہ اس نے ازالہ میں کہا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور اس حوالہ میں کہا کہ میں مسیح ہوں کیا اس سے مرزا قادیانی کے اس طرز عمل سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کے دل میں چور تھا جیسے چور قدم قدم گھر والوں کو سویا ہوا پا کر چوری کیلئے قدم اٹھاتا ہے یہی کیفیت مرزا کی دماغی بناوٹ کی تھی اب ظاہر ہے کہ ان دو میں سے ایک صحیح اور ایک غلط مرزائی فیصلہ کریں کہ مرزا کی کون سی بات صحیح کہی ہے اور کون سی غلط۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جھوٹا نبی نہیں ہو سکتا بہار، ایک سوال یہ بھی رہ جاتا ہے کہ مرزا صاحب کیونکر حاملہ کیسے ٹھہرا تھا۔

اسلامی قربانی صفحہ ۱۲ پر مرزا صاحب کے مرید یا مخلص نے حضرت صاحب کا ایک کشف لکھا کہ اس معمہ کو حل کر دیا حضرت صاحب نے ایک دفعہ اپنے کشف کی یہ حالت بیان کی کہ گویا آپ عورت ہیں اور خدا تعالیٰ نے آپ سے قوت رجولیت کا اظہار کیا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔

اللہ رب العزت کے متعلق یہ دریدہ دہنی یا وہ گوئی پھر خود حاملہ خود ہی خود سے پیدا ہو گئے یعنی خود ہو گئے یہ ہیں ولد ہیں کے معمہ کو حل کرنا مرزائیوں کے ذمہ ہے

باقی رہا مرزائیوں کا یہ کہنا کہ وہ کس طرح **مسیح** کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں۔ بات امکان کی نہیں یہاں تو مسئلہ وقوع کا ہے کہ وہ توہین کے مرتکب ہوئے اس کا باعث مندرجہ ذیل ہے۔

۱: مرزا قادیانی کے مسیح بننے کے لئے ضروری تھا کہ وہ مسیح علیہ السلام کی صفات کا حامل ہو تا مرزا اس درجہ پر پہنچ نہیں سکتا تھا تو ان کا درجہ کم کر کے اپنے درجہ اور سطح پر ان کو لے آیا کہ جیسے میں ہوں ویسے ہی مسیح تھے۔ (نعوذ باللہ)

۲: آئینہ میں انسان کی اپنی شکل نظر آتی ہے مرزا قادیانی اپنے کرکٹر اور کردار کے آئینہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھتا تھا اس لئے ان کی توہین کا مرتکب ہوتا تھا۔

۳: مسیح بننے کے باعث رقابت کے مرض کا شکار ہو کر اپنی تباہی بکنی شروع کر دی کہ جلو میں ان کے جیسا نہیں تو وہ میرے جیسے تھے مرزا قادیانی کو مرض لاحق تھا جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کی کسی بھی پہلو سے توہین نہ کرتا اسے چین نہ آتا۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر مرزا نے لکھا ہے

یہ عاجز اس عمل کو اگر مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا اور پھر آگے لکھا کہ ابن مریم استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم رہنے کے بارے میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا درجہ کم درجہ کا کہ قریب قریب ناکام رہے۔ (استغفر اللہ)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۹۶ پر ہے کہ

مسیح کی دعوت حق میں قریباً ناکامی رہی۔

یہ سب مرزا قادیانی کی خود نمائی اور مسیح علیہ السلام کے بارے میں اس کی تنقیص کا انداز۔ یا شاطرانہ چال کہ علیٰ ان کو کمتر ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ پھر ایک اور اس کی طرف توجہ کرنا انتہائی ضروری ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ظاہر ہے کہ اس میں نبوت تو درکنار شرافت تک قریب نہ پھٹکنے پائی تھی تو مرزا صاحب نے نبوت کا ایسا تصور دیا کہ الامان یہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۲ پر لکھا ہے کہ

ایک شخص جو قوم کا چوہڑا یعنی بھنگی ہے اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی ۳۰، ۴۰ برس سے خدمت کرتا کہ دو وقت ان کے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور ان کے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری کی بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اس کی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیل خانہ میں قید بھی رہ چکا ہے چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے

اس کو بوتے بھی مارے ہیں اور اس کی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور گوہ اٹھاتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کرکے ممکن تو ہے کہ وہ ایسے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا فضل اس پر ہو کہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔

اس عبارت سے مرزا قادیانی کی تیکنیک (ڈھنگ) کو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ جس منصب کا دعویٰ کرتا ہے اگر اس کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا تو اس منصب کو کم کرکے اپنے اوور فٹ کرنے لگتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے منصب پر فائز ہونے کے لئے اسے مسیحی شان اور بزرگی کی ضرورت تھی اس کو پورا نہ کر سکا تو مسیح علیہ السلام کی تنقیص کرکے اسے اپنے برابر لا کھڑا کیا اور یا ان کو اتنا گرایا کہ خود ان سے افضل ہونے کا مدعی ہو گیا۔ یہ اس کے حسد اور رقابت کی دلیل ہے۔

چنانچہ درثمین کے ص۳۴ پر لکھتا ہے

کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(نعوذ باللہ)

سوال نمبر ۲۳: مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم کو صدیقہ لکھا ہے تو جس کو وہ صدیقہ کہے اس کی توہین کا کس طرح مرتکب ہو سکتا ہے؟

جواب: سیرۃ المہدی ص۲۲۲ ج۳ پر ہے۔

"مولوی ابراہیم بقاپوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت توڑنے کے لئے ماں کا لفظ استعمال کیا ہے اور صدیقہ کا لفظ اس جگہ اس طرح آیا ہے کہ جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں بھرجائی کانشی سلام آکھدا اے، جس سے مقصود کانشی کا ثابت کرنا ہوتا ہے نہ کہ سلام کہنا۔

اسی طرح اس آیت میں اصل مقصود حضرت مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے جو منافی الوہیت ہے۔ نہ کہ مریم کی صدیقیت کا اظہار۔" (سیرۃ المہدی ص۲۲۲)

مرزا قادیانی کی یہ کیفیتگی کسی تبصرہ کی محتاج نہیں اب آپ فرمائیں کہ کیا مرزا واقعتاً حضرت مریم کے صدیقہ ہونے کا قائل تھا۔

سوال نمبر ۲۴: مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا وہ الزامی رنگ لئے ہے یہودیوں کے اس نے الفاظ ذکر کئے جیسے چشمہ مسیحی ص۔۔۔ یا اس کی عبارت

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور یہودی بغض عیسیٰ علیہ السلام میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں یہود تو استاد ہیں تو مرزا قادیانی ان کے شاگرد۔ مگر دیکھئے کہ یہود کے ردیہ اور وطیرہ کی تردید کرکے قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کی والدہ کی شان بیان کی ہے۔ مگر مرزا قادیانی اب بھی بلفظ عیسیٰ علیہ السلام

باقی ص۲۶ پر

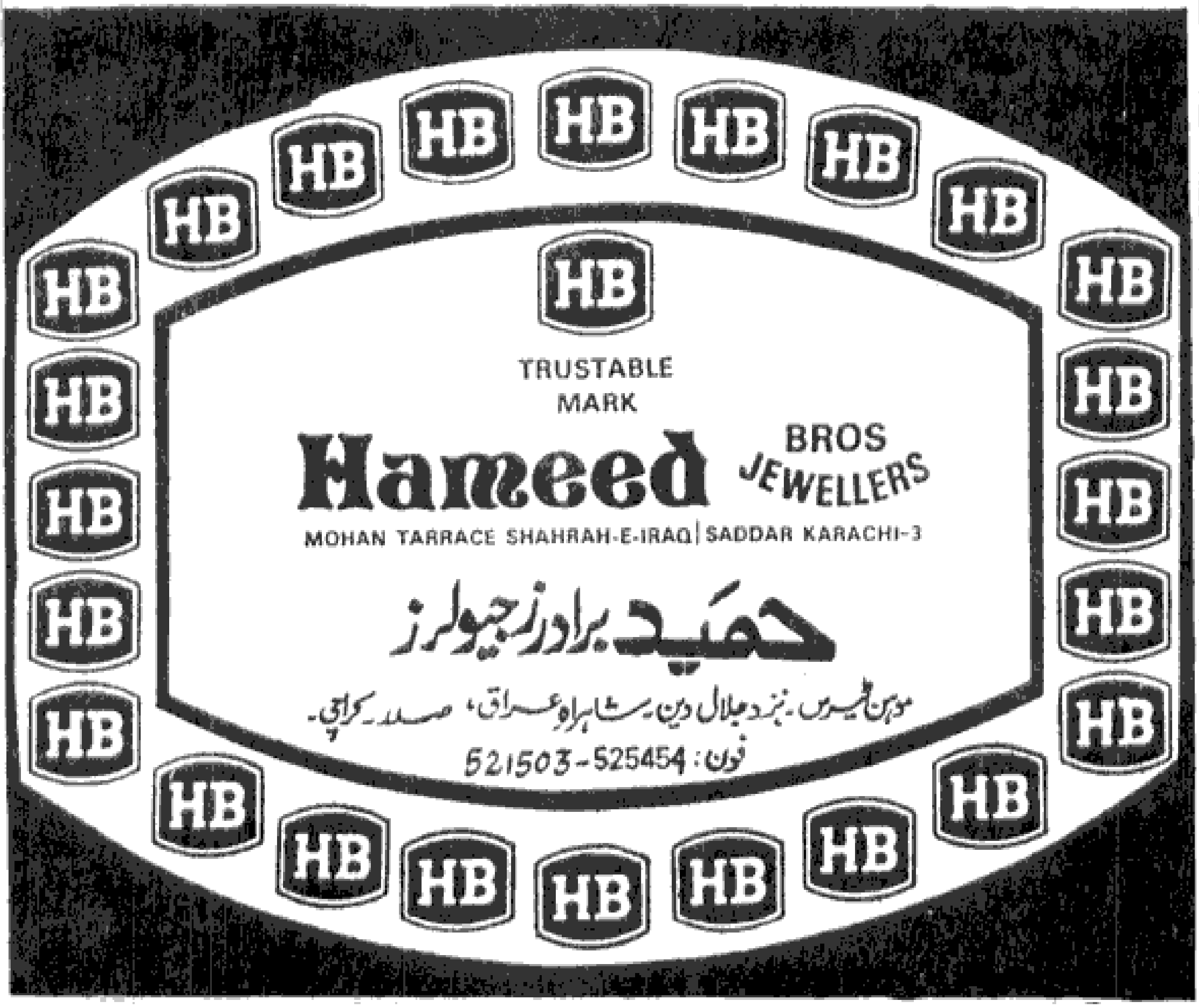

اسلام کا عقیدۂ ختمِ نبوت

اور اس کی

مرزائے قادیانی کا دعوائے نبوت تضاد بیانیاں

تحریر: مولانا محمد عارف سنبھلی

اسلام اللہ کا آخری دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس پر ابتداء سے آج تک پوری امت مضبوطی کے ساتھ قائم ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس عقیدے کی انتہائی صراحت فرمائی گئی ہے۔ فی الحال تین آیات اور تین احادیث پیش کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم
ولکن رسول اللہ وخاتم النبین
(سورۃ احزاب)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

اس آیت پر جو فاضلانہ و محققانہ حاشیہ اپنی تفسیر میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے تحریر فرمایا ہے وہ ختم نبوت کے موضوع پر مستقل ایک مضمون ہے۔ چند فقرے اس کے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں۔

- جب کوئی درجہ مزید تعلیم و اصلاح کا باقی ہی نہ رہا تو اب کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی رہی۔
- ختم نبوت یعنی ذات محمدی پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہو جانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اور جو اجراء نبوت کا اب بھی قائل ہے اہل تحقیق نے تصریح کر دی کہ وہ اجماع امت سے زندیق بلکہ اسلامی حکومت میں واجب القتل ہے۔

دوسری آیت

الیوم اکملت لکم دینکم و
اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم
الاسلام دینا۔ (سورہ مائدہ)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا نے تحریر فرمایا۔

اس اکمال دین اور اتمام نعمت کے بعد ظاہر ہے اب دین میں کسی ترمیم، اضافہ و تصرف کی گنجائش نہ رہی۔ نہ کسی نبی کی بعثت کی حاجت۔ ختم نبوت پر اگر دلائل صریحہ موجود نہ بھی ہوتے تو یہاں سے بھی مسئلہ کا استنباط ہو سکتا تھا۔ شیعی عقیدۂ امامت کا رد جو درحقیقت اجرائے نبوت ہی کی ایک شکل ہے رد بھی یہیں سے نکل آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں صریح اعلان فرما دیا گیا کہ دین مکمل ہو چکا یعنی بندوں پر اللہ نے اپنی نعمت تمام کر دی لہذا اب کسی دوسرے دین، کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کے انتظار کی حاجت باقی رہی نہ گنجائش۔

تیسری آیت۔

سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا گیا۔

والذین یومنون بما انزل الیک
وما انزل من قبلک

قرآن ان لوگوں کے حق میں ذریعہ ہدایت ہے جو آپ پر نازل ہونے والے دین اور آپ سے پہلے نازل ہونے والے دینوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس رکوع میں شروع سے بتایا یہ جا رہا ہے۔ کہ قرآن فلاں فلاں قسم کے اوصاف رکھنے والے لوگوں کے حق میں ذریعہ ہدایت بن سکتا ہے۔ اسی ذیل میں یہ بھی فرمایا گیا کہ قرآن سے ہدایت پانے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے پہلے انبیاء پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لائیں۔ اس کے بغیر قرآن سے ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اس موقع پر یا کسی بھی موقع پر قرآن شریف میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی کی وحی پر ایمان لانا ضروری ہے حالانکہ اگر آپ کے بعد کوئی جدید نبی آنے والا ہوتا تو اس پر اور اس کی وحی پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا جاتا۔ رہ جاتا ہے معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو بلاشبہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن نہ وہ جدید نبی ہوں گے بلکہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی بنا کر دنیا میں بھیجے جا چکے تھے اور نہ حضورؐ کی امت ان پر جدید ایمان لائے گی کیونکہ وہ تو شروع ہی سے ان پر ایمان رکھتی ہے۔ لہذا حضرت مسیح کی دوبارہ آمد اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے ہرگز مخالف نہیں۔

اس کے بعد احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی وضاحت ملاحظہ کیجئے۔

عن ابی ھریرۃؓ یحدث عن النبیؐ
کانت بنو اسرائیل تسوسھم
الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ
نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون
خلفاء فیکثرون (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے دین کا بندوبست انبیاء علیہم السلام فرماتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو ان کے بعد دوسرے نبی آ جاتے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک یہی کہے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آنے والی حدیث میں رسول پاکؐ نے سلسلۂ نبوت کی مثال ایک نہایت ہی حسین و جمیل عمارت سے دے کر اپنا آخری نبی ہونا، نہایت بلیغ انداز میں ذہن نشین کرایا ہے۔ ارشاد ہوا۔ عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور بہت خوبصورت اور عمدہ بنایا مگر اس میں کسی زاویہ میں صرف ایک اینٹ کی کسر باقی تھی۔ لوگ اس کے گرد گھومتے اور پسند کرتے تھے مگر یہ بھی کہتے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

انبیاء کی جماعت کو ایک حسین عمارت سے تشبیہ دینا اور یہ ارشاد فرمانا کہ اس میں جو ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی وہ اینٹ میں ہی ہوں ایسی بلیغ مثال ہے کہ اسے سننے کے بعد کسی صاحب ایمان کو آنحضرتؐ کے سب سے آخری نبی ہونے میں شک نہیں رہ سکتا۔ ضد کرنے اور کھلے حق سے آنکھیں بند کر لینے کی بات دوسری ہے۔

مرزا قادیانی کا اقرار

مرزا غلام احمد نے اپنی بیسیوں تحریروں میں صاف اقرار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ آپ کے آخری نبی ہونے کا جو انکار کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا اور یہ کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے کافروں میں شامل نہیں ہو سکتا وغیرہ۔ بطور نمونہ چند بیانات نقل کیے جاتے ہیں کہتے ہیں۔

باقی آئندہ

قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگذشت

کتابت کمپیوٹر — طباعت عمدہ
رنگین کور
دیدہ زیب ٹائیٹل
صفحات ۴۵۰

اس کتاب میں ردّ قادیانیت پر لکھی جانے والی ایک ہزار کتاب کا مکمل تعارف نئے انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے۔
ہر کتاب ختم نبوت، حیات عیسیٰ، کذب مرزا، مرزائیوں کے خلاف قانونی احتساب، امتناعات، مرزائیوں کے خلاف مباہلہ و مناظرہ جات، مرزائیوں کے خلاف علمی جہاد و فتویٰ جات

مرزائیوں کے کریکٹر و کردار اور سیاسی امت کی سرگزشت پر مشتمل اس عنوان کی انتہائی قابل قدر محنت ہے۔
— اس کتاب سے ردّ قادیانیت پر کام کرنے کے سینے نئے تقاضوں اور منصوبوں سے آپ آگاہ ہوں گے۔
— یہ کتاب دراصل ردّ قادیانیت سے متعلق ایک ہزار واقعات کی ایسی دستاویز ہے جسے پڑھے بغیر آپ کی معلومات نامکمل رہیں گی۔

— اس عنوان پر حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے سب سے پہلے کام کیا۔ اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے محنت کی۔ ان حضرات کے کوشش کی تکمیل ہو اہتمام کیا ہے۔
— قادیانی مذہب نامی کتاب مرزائیت کے حوالہ جات کے لیے انسائیکلو پیڈیا ہے اس طرح یہ کتاب قادیانیت کے رد میں سالات و واقعات کی مکمل دستاویز ہے۔
— یہ کتاب آج تک قادیانیت کے رد میں ہونے والے علمی کام کی مکمل تاریخ ہے۔

ساڑھے چارصد صفحات کی اس مجلد کتاب کی قیمت مجلس نے صرف ۵۰ روپے رکھی ہے۔ دس روپے ڈاک خرچ کل ساٹھ روپے کے منی آرڈر یا ڈرافٹ آنے پر کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے ترسیل ہوگی

ملنے کا پتہ ○ ناظم دفتر مرکزیہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ، حضوری باغ روڈ ملتان، پاکستان

حضرت مولانا مفتی

احمد الرحمٰنؒ کی رحلت

رپورٹ
مولانا منظور احمد الحسینی

بنوری ٹاؤن میں تعزیتی جلسہ

مورخہ ۱۶ رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۹۱ء صبح دس بجے جامعہ مسجد علامہ بنوری ٹاؤن میں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کے انتقال پرملال کے سلسلے میں ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کے اعزہ، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور اس کی شاخوں کے جملہ مدرسین طلبہ کے علاوہ شہر کراچی اور ملک بھر کے علماء مشائخ احباب شریک ہوئے اس جلسے کی مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے ۔

مولانا غلام مصطفےٰ بہاولپوری نے کہا کہ حضرت مفتی احمد الرحمٰن نے حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کی جانشینی کا حق ادا کر دیا انہوں نے اس جامعہ کو نہ صرف ترقی دی بلکہ مختلف مقامات پر اس کی شاخیں قائم کیں حضرت مولانا مفتی صاحبؒ حلیم الطبع کریم النفس جامع صفات تھے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو نماز سے خصوصی محبت عطا فرمائی تھی پوری زندگی ہمیشہ وقت کی نماز کا اہتمام کیا

مولانا عبدالستار تونسوی نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب کے دل میں دین اسلام کا درد تھا وہ بڑے خوش نصیب تھے تمام دینی جماعتوں کے قائد تھے آج وہ تمام دینی جماعتوں کو بے یار و مددگار چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے

مولانا محمد امین قاسم العلوم ملتان نے کہا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا بنوری کی خوب خوب نیابت کی اور جامعہ علوم اسلامیہ کی بھرپور خدمت کی اللہ تعالیٰ حضرت مفتی کی مغفرت فرمائے

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی نے کہا کہ میں سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب کے اعزہ اور اقارب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر و صبر عطا فرمائے ان کے اعزہ و اقارب کے علاوہ اس مدرسہ اور اس کی شاخوں کے وہ حضرات ہیں جو حضرت مفتی صاحبؒ کے رفقا تھے یقیناً یہ ان کے لئے بھی بڑا سانحہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اجر و صبر عطا فرمائے تیسرے نمبر پر عزیز طلبہ ہیں جو اپنے مربی و محسن سے محروم ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی اجر و صبر عطا فرمائے اور ان کی کفالت فرمائے ۔

چوتھے درجہ پر ملک بھر کے دینی حلقے اور تنظیمیں ہیں جن کی حضرت مفتی صاحبؒ سرپرستی فرماتے تھے ہر کار خیر میں وہ ہراول دستہ کے طور پر آگے بڑھتے تھے اللہ تعالیٰ ان سب کو بھی اجر و صبر عطا فرمائے اس وقت میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون کس سے تعزیت کرے کون کس کو پرسا دے کون کس کو صبر کی تلقین کرے ۔ حادثہ یہ نیا نہیں ہے شروع سے ہم یہی برداشت کرتے آئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی نظر سے گزرا میری حیات بھی تمہارے لئے رحمت ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے رحمت ہے جب کوئی حادثہ پہنچے تو میری موت کو یاد کر لیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کا غم ہم نے برداشت کیا پھر درجہ بدرجہ صحابہ کرام پھر تابعین اور اکابر امت تشریف لے جاتے رہے ہم نے برداشت کیا ہمارے محترم سرپرست قائد کی رحلت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے صبر کی التجا کریں اور دعا کریں کہ جو خلا ان کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کی بھی کفایت فرمائے

مرنے والے کی تعریف کی جاتی ہے بلاشبہ وہ ایسے ہی تھے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں وہاں تعریف و ذم کا کوئی گزر نہیں جو چیز نفع دیتی ہے وہ ایصال ثواب ہے جہاں تک آپ سے ہو سکے دائمی طور پر آپ ان کے لئے ایصال ثواب کیا کریں اور یہ معمولات میں شامل کر لیں کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ درود شریف اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر ثواب پہنچایا کریں اس کا نفع آپ کو بھی پہنچے گا ۔

نیز صلحا حضرات کی کسی کے بارے میں تعریف کرنا اچھا کہنا نیک شہادت ہے حق تعالیٰ شانہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت بنوریؒ کے بعد اس عظیم الشان ادارے اور اس کے بوجھ کو اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو کھڑا کر دیا تھا۔ وہم نہ تھا کہ آپ اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکیں گے مگر مالک نے کام لینا تھا لے لیا اور خوب لیا۔ جو حضرت شیخ الاسلام مولانا بنوریؒ کے دور میں رنگ تھا حضرت مفتی صاحب کے دور میں ہے کوئی کمی نہیں ہوئی ۔ رنگ پھیکا نہیں پڑا ۔ حضرت مفتی صاحبؒ شیخ الاسلام حضرت بنوریؒ کی طرح التجا الی اللہ احتیاج الی اللہ اور دل کی گرمی کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کی عنایات والطاف کو کھینچتے رہتے تھے حضرت شیخ الاسلامؒ رسمی بنیادوں سے اس ادارہ کو نہیں چلاتے تھے خود دعا کرتے تھے اہل اللہ سے دعا کراتے تھے میں نے دیکھا حضرت مفتی صاحبؒ بھی اسی نہج پر ادارہ کو چلاتے تھے میں تمام حضرات سے اپیل کروں گا وہ سب دعا فرمائیں کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اسی نہج پر چلائیں اس باغ کو حق تعالیٰ شانہ ہمیشہ صدا بہار رکھے اس کی کفایت فرمائے جس طرح

حضرت مفتی صاحبؒ جن جن جماعتوں، دینی اداروں، دینی تحریکوں کی سرپرستی فرماتے تھے حق تعالیٰ شانہ ایسا مرد حق ان کی جگہ پیدا فرما دے جو ان کے کام کو جاری رکھے۔

بعد ازاں حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کے برادر بزرگ مولانا قاری سعید الرحمٰن سے اپیل کی گئی وہ کچھ بیان فرمائیں مگر آپ نے کہا کہ مجھ سے بیان نہ ہو سکے گا۔

بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث مولانا مصباح اللہ شاہ نے کہا آج ہم سب غمزدہ ہیں اور ہماری آنکھیں اشکبار ہیں حضرت مفتی صاحب مولانا بنوریؒ کے قدم بقدم چلتے رہے اور جانشینی کا حق ادا کر دیا سنہ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی حضرت بنوریؒ کے زمانے میں مدرسہ بام عروج کو پہنچا جب حضرت مفتی صاحبؒ کا دور آیا تو انہوں نے اس ادارے کو مزید ترقی دی۔ آج مدرسہ کی کئی شاخیں کھل چکی ہیں ان شاخوں میں سینکڑوں طلبہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔ ٹھٹھہ، بلال کالونی، سہراب گوٹھ، ملیر اور پاپوش نگر میں شاخیں موجود ہیں اور حضرت بنوری مشہور دینی تنظیم مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور مجلس عمل کے صدر رہے اور آپ کی امارت کے دور میں ہی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا سنہ ۱۹۷۴ء میں فیصلہ ہوا یہ سب حضرت بنوریؒ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اسی طرح حضرت مفتی صاحب پاکستان کی تمام دینی تنظیموں کی سرپرستی فرمائی اس سلسلے میں حق ادا کر دیا اور حضرت مفتی صاحب مدارس کے منتظمین حضرات اور دینی تنظیموں کی مالی اعانت بھی فرمایا کرتے تھے۔ میں حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ۲۹ یا ۳۰ سال اکٹھے رہا ہوں۔ یہ وقت بہت ہی اچھا گزرا۔ دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو غریق رحمت فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مراتب نصیب فرمائے۔

مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے اس واقعہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ مسلمانوں کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ ان مبارک کلمات کو پڑھیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کلمات کی دولت صرف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو عطا فرمائی گئی ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوئے تو انہوں نے "یا اسفیٰ علیٰ یوسف" کہا معلوم ہوا کہ یہ کلمات پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے۔ ہر مصیبت کے وقت ان کلمات کو پڑھنا سنت ہے مثلاً چراغ بجھ جائے، کانٹا چبھ جائے یا جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ جانے والے جا رہے ہیں مگر یہ جدائی عارضی ہے۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب نے کہا کہ آج کل ایمرجنسی دینے آ رہے ہیں سب کو تیار رہنا چاہیے اپنی اپنی سب تیاری کر لیں کہ ایک دن کوچ کرنا ہے حضرت مفتی صاحب کی روح کو زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کریں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

استاد عبد الرزاق نے عربی میں بیان کیا وہ ایسا بیان تھا کہ تمام علماء کے آنسو نکل آئے ان کے چند الفاظ یہ ہیں کہ حضرت صاحب کو میں نے تھوڑی مدت میں انتہائی متواضع بڑے عالم نہایت سمجھدار پرہیزگار اور مخلص پایا آپ کو دین اسلام کے ساتھ محبت تھی آپ کے جانے سے ہم سب یتیم ہو گئے۔ پھر انہوں نے چند اشعار پڑھے جو مولانا کی شان ارفع کے عین مطابق تھے ایسا والہانہ انداز اختیار کیا کہ تمام حاضرین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

مولانا اسفندیار نے کہا سو رکعت پڑھ لینا آسان ہے مگر کسی کی خدمت کرنا کسی کے کام آنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا یہ مشکل ہے حضرت مفتی صاحبؒ کی زبان مبارک سے میں نے کسی کے خلاف کوئی جملہ نہیں سنا۔ شکوہ شکایت کرنا ان کا شیوہ نہ تھا حضرت مفتی صاحب قطعاً شہرت پسند نہ تھے سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے تھے آپ سب دینی تنظیموں کی سرپرستی کرتے تھے اور تمام نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے آپ اپنے ادارے جامعہ علوم اسلامیہ کے علاوہ تمام اداروں اور دینی تنظیموں کے خیرخواہ تھے جس میدان میں آپ کو کام کرنے والے ملے ان کی خوب حوصلہ افزائی فرماتے تھے دنیا میں ہمیشہ متبسم رہا کرتے مرنے کے بعد بھی چہرے پر تبسم تھا۔

مولانا نور الہدیٰ نے کہا کہ آج ہم میں سے ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے صرف یہ ایک راستہ ہے جس پر سب کو چلنا ہے حضرت مفتی صاحبؒ کا مخلوق اور خالق دونوں سے تعلق درست تھا حضرت مفتی صاحب دوستی اور تعلق میں وفادار تھے کسی قسم کے حالات ہوں اپنے دوستوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

مولانا محمد امین راولپنڈی نے کہا آج ہم ایسی شخصیت کے بارے میں جمع ہیں جو سب کے لئے مرکز تھے حضرت بنوریؒ نے انتخاب لاجواب کیا حضرت مفتی صاحبؒ نے ہر اعتبار سے نیابت کا حق ادا کر دیا انہوں نے کہا نیابت صلاحیت کی بنیاد پر ہوتی ہے اور واقعی حضرت مفتی صاحب باصلاحیت تھے۔

مولانا شیر علی نے کہا حضرت مفتی صاحبؒ کے جدا ہونے سے صدمہ عظیم ہے آپ جمیع الکمالات اور جامع صفات تھے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں شرف قبولیت سے نوازا تھا جب آپ حرمین شریفین تشریف لے جاتے تو زیادہ وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ حرمین شریفین کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے۔ آپ کے خطاب کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن (برادر بزرگ حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ جو برطانیہ کے شہر شیفیلڈ میں رہتے ہیں) کو دعوت خطاب دی گئی مگر آپ نے معذرت کر لی اسی طرح شدت غم کی وجہ سے مولانا حبیب اللہ مختار بھی بیان نہ کر سکے۔

بعد ازاں تعزیتی بیان کے لئے ڈاکٹر عبد الرزاق سکندر ناظم تعلیمات کو دعوت دی گئی آپ نے کہا کہ ہم ایک مخلص بھائی کامل رفیق مشفق سرپرست سے محروم ہو چکے ہیں ہماری آنکھیں اشکبار ہیں دل مغموم ہیں اور ہم حضرت مفتی صاحب کی جدائی سے غمگین ہیں۔

جہاں اب میں کھڑا آپ حضرات سے گفتگو کر رہا ہوں اسی جگہ حضرت مفتی صاحبؒ کھڑے ہوتے تھے اساتذہ اور طلبہ کو شفقت آمیز نصائح فرمایا کرتے ان نصیحتوں سے طلبہ بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے۔ ہمارا دل مطمئن ہو جاتا تھا آج وہ منظر یاد آ رہا ہے حضرت مفتی صاحبؒ حضرت بنوریؒ کے حسنات میں سے ایک حسنہ تھے قدرت نے اس ولی اللہ سے آپ کا انتخاب کرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر فرمایا جس کا مفہوم اس طرح سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی پہچان کے لئے فرمایا کہ ان کی مثال ان سو اونٹوں جیسی ہے جو قد شکل و شباہت میں ایک جیسے ہیں مگر سواری کے قابل مشکل سے ان میں ایک ملے گا۔

یہی حال انسانوں میں ہے کہ ذمہ داری اٹھانے کے قابل چند ہی لوگ ہوتے ہیں اسی طرح علماء میں چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو ذمہ داری اٹھاتے ہیں جن کی زندگیاں علم مذہب امت کے لئے وقف ہوتی ہیں جس طرح اونٹوں کا مالک اس اونٹ کی بڑی قدر کرتا ہے جو کام والا ہوتا ہے اسی طرح ہمیں بھی ایسے علماء کی قدر کرنی چاہیے جہاں کہیں وہ ملیں چاہے وہ مدارس میں ہوں یا کسی تنظیم میں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو عالمی فکر دی تھی یہاں بیٹھ کر وہ پوری دنیا کی سوچ رکھتے تھے فرق باطلہ کے مقابلے کے لئے آپ کی سوچ بہت مضبوط تھی حضرت مفتی صاحب صبر و استقامت کے پہاڑ تھے تسلیم و رضا میں اپنی مثال تھے چھوٹوں کے ساتھ ہمیشہ شفقت اور تواضع سے پیش آتے تھے اور ہمیشہ ان کی ہمت اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے آمین تعزیتی بیانات کا یہ سلسلہ پونے ایک بجے حضرت مولانا حکیم محمد اختر کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

تعزیتی بیانات کے اس پروگرام میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت مولانا محمد جمیل خان نے انجام دیئے۔

ربوہ میں مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ صاحب کے انتقال پر تعزیتی اجلاس

جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن ربوہ میں ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس میں عالمی ختم نبوت کے نائب امیر مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے لئے ایصال ثواب کیا گیا مولانا خدا بخش شجاع آبادی نے حضرت مفتی صاحب کے انتقال کو دینی حلقوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور انکی دینی خدمات کو سراہا اور حضرت مفتی صاحب مرحوم کو مسئلہ ختم نبوت کے لئے خدمات پر زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ مولانا خدا بخش نے حضرت مفتی کے لئے ایصال حاجی محمد صادق، شیخ حبیب اللہ، ملک لیاقت علی، حاجی محمد برکت نے قلبی رنج و غم کا اظہار کیا اور مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

لاہور (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں الحاج بلند اختر نظامی، مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا بشیر احمد سکھروی، حافظ عبدالخالق جالندھری نے ایک مشترکہ اخباری بیان میں ملک کے عالم دین جید مفتی اور فقیہ مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی وفات حسرت آیات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مفتی احمد الرحمان کی وفات سے ملک ایک بلند پایہ عالم اور قدآور شخصیت کے وجود سے محروم ہو گیا۔ انہوں نے مفتی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب نے اپنی حیات مستعار دینی علوم و معارف کی نشر و اشاعت، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، عظمت اصحاب و آل رسولؐ کے تحفظ میں گذاری، آپ بیک وقت کئی ایک محاذوں پہ سرگرم عمل تھے آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر سواد اعظم پاکستان کے صدر، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم تھے۔ مفتی صاحب کے ایصال ثواب کے لئے دفتر ختم نبوت ۸۵ سرکلر روڈ میں قرآن خوانی کی گئی اور آپ کی مغفرت کی دعا اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی وفات پر مولوی فقیر محمد کا تعزیتی بیان

فیصل آباد۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات مولوی فقیر محمد نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب مرکزی امیر مولانا مفتی احمد الرحمٰن مہتمم جامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی کی وفات حسرت آیات پر سخت رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان و عالمی مجلس کے کارکنوں کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت عطا کرے۔

مولانا بدیع الزماں کا سانحہ ارتحال

مولانا بدیع الزمان فاضل دیوبند محمدی مسجد رحمان گلی نمبر ۳ نشتر روڈ لاہور کے خطیب اور مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور کے استاذ ۱۸ دسمبر ۱۹۹۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم خدا رسیدہ بزرگ، جید عالم اور دنیاوی آلائشوں سے بری شخصیت تھے۔ علوم اسلامیہ کی تکمیل ایشیا کی عظیم دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند سے کی اور پوری زندگی دینی علوم کی نشر و اشاعت اور تبلیغ میں گذار دی۔ مرحوم کی رحلت سے لاہور ایک عالم ربانی کے وجود سے محروم ہو گیا مرحوم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے گرامی قدر قائدین سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ مرحوم کی رحلت پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی مولانا غلام مصطفیٰ اور جامع مسجد محمدی کی منتظمہ کے اراکین قاری عبدالستار، حاجی محمد شفیع، حاجی شیخ انعام الٰہی، ثواب کرایا اور دعائے مغفرت کرائی کہ خدا تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ حافظ محمد یوسف امام مسجد محمدیہ اور دوسرے حضرات نے اجلاس میں شرکت کی

منڈی بہاؤالدین میں دفعہ ۲۹۸سی کے تحت ورزی ایک قادیانی گرفتار

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت منڈی بہاؤالدین کے امیر الحاج ایم رشید خواجہ کی درخواست پر تھانہ سٹی کے موٹر رشید ورکشاپ کے مالک عبدالرشید قادیانی کے خلاف ت پ ۲۹۸ سی کے تحت مقدمہ درج کر کے ملزم کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا ہے یاد رہے کہ ملزم رشید قادیانی نے اپنی نئی ورکشاپ کے افتتاح کے لئے دعوت نامے پر السلام علیکم اور انشاء اللہ درج کیا تھا اس کا افتتاح رئیس بلدیہ جناب میاں وحید الدین رہنما اسلامی جمہوری اتحاد ایم پی اے نے کرنا تھا۔ اور مہمان خصوصی پی پی پی کے رہنما جناب چوہدری محمد اسلم سابق سینیٹر قادیانی تھا؟ تاج شوگر ملز کے جنرل منیجر وحید قریشی قادیانی اور معروف شیعہ رہنما سید بگھے شاہ اور ایس ایچ او راجہ ظفر اقبال تھانہ میاں گوندل، چیئرمین مارکیٹ کمیٹی چوہدری احمد نواز مانگٹ تھے۔ ایک وفد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر کی قیادت میں میاں وحید الدین کو ملا، ان سے عرض کیا کہ ورکشاپ کا مالک قادیانی ہے آپ اس تقریب کا بائیکاٹ کریں میاں صاحب نے ایمانی جرأت کا اظہار کرتے ہوئے فوراً بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ تقریب جو کہ جمعۃ المبارک کو ہونا تھی اور اس دن جمعۃ المبارک کو رشید قادیانی منڈی بہاؤالدین جیل میں تھا۔ تقریب کا تمام

مسلمانوں نے بائیکاٹ کیا، اور ملزم رشید قادیانی کی طرف سے سٹی مجسٹریٹ بعدالت جناب راؤ غلام حسین صاحب کی عدالت میں ضمانت کی درخواست دی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے وکالت چوہدری احمد مونس ایڈووکیٹ، سرکاری وکلاء جناب سید ناصر علی شاہ، اور مرزا محمد عباس تھے جبکہ قادیانی کی طرف سے چوہدری فتح جنگ وکیل تھے، اور ضمانت کی درخواست پر مجلس کے وکلاء نے زبردست بحث کی، بحث سننے کے بعد سٹی مجسٹریٹ راؤ غلام حسین نے ضمانت کی درخواست مسترد کر دی، بحث اور فیصلہ سننے کے لئے عدالت میں علماء کرام، وکلاء، صحافی اور معززین شہر کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر الحاج ایم رشید خواجہ، ناظم اعلیٰ ملک محمد یامین قادری، شاہین ختم نبوت الحاج میاں جاوید اقبال چغتائی، مولوی خان اکرام اللہ، محمد صادق حسین، ملک ارشد محبوب، ملک اشتیاق محمد، محمد ایوب جاوید، جمعیت علماء اسلام، انجمن سپاہ صحابہؓ، ختم نبوت یوتھ فورس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت طلبہ اسلام، انجمن فدائیان صحابہؓ، جمعیت اتحاد و توحید سنت کے کارکن بہت بڑی تعداد میں موجود تھے، تمام تنظیموں نے سٹی مجسٹریٹ راؤ غلام حسین کے فیصلہ کو تاریخی فیصلہ قرار دیا اور کہا کہ اس فیصلہ سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے اور دشمنان دین کے حوصلے پست ہو گئے ہیں، راؤ صاحب کے اس فیصلہ کو ختم نبوت کی تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

قادیانیت
یہودیت کا چربہ
ہے۔
علامہ اقبالؒ

بقیہ : محفل سوال وجواب

یہاں یہودیوں کی سنت پر عمل پیرا ہے۔ دو کردار ہیں ایک دشمنان مسیح یہود کا۔ دوسرا کردار ہے وکالت مسیح کا جو قرآن ادا کر رہا ہے مرزا قادیانی کس کردار کو ادا کر رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے

سوال نمبر ۲۷: مرزا قادیانی نے انجیلی یسوع کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں نہ کہ حضرت مسیح کے متعلق۔

جواب: ہم نے جو حوالہ جات عرض کئے ہیں ان میں صراحتہً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کو گالیاں دی ہیں اس کے باوجود اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس نے یسوع کے متعلق یہ کہا ہے تو بھی وہاں مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے کہ

یسوع، مسیح ابن مریم ایک شخص کے نام ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ جہاں اس نے یسوع کی توہین کی ہے وہاں بھی مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

سوال نمبر ۲۶: مرزا صاحب نے عیسائیوں کے رد کی وجہ سے لکھا اس لئے کہ وہ ہمارے نبی علیہ السلام کی توہین کرتے تھے تو مرزا صاحب نے الزامی رنگ میں مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایسا لکھ دیا ہے۔

جواب: تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت و توقیر اور ان پر ایمان لانا بموجب لا نفرق بین احد من رسلہ ان میں تفریق نہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے کسی ایک نبی کی توہین کا مرتکب بھی کافر ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت بچانے کے لئے کسی دوسرے نبی پر الزام تراشی کرے یہ بھی کفر ہے باقی یہ مستقل بحث ہے کہ مرزا قادیانی حضور علیہ السلام کی عزت کا محافظ تھا یا سب سے بڑا دشمن ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا قادیانی سے بڑھ کر اور کوئی بدبخت بھی آپ ﷺ کی عزت و ناموس کا اتنا دشمن نہیں ہے جتنا مرزا قادیانی دجال تھا۔

بقیہ : ابوالکلام آزادؒ

کے چراغ روشن کرکے صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا مسلسل جدوجہد کرتے رہنے کے بعد یہ مجاہد حریت اور تاریخ ساز انسان ۲۲/ فروری ۱۹۵۸ء کو آغوش رحمت خداوندی میں چلا گیا اور پھر لاکھوں افراد کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے آہ و فغاں کے شور میں تاریخ کی اس متاع عظیم کو جامع مسجد دہلی کے قریب ہی سپرد خاک کر دیا۔

بقیہ : حاصل مطالعہ

واسعہؒ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے یہاں مہمان آ گئے اور حال یہ تھا کہ مہمان کے لئے کھانے وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بہت ہی پریشان ہوئے کیونکہ یہاں فقر و فاقہ رہتا تھا۔ سوچنے لگے کہ گھر میں ایک ٹکڑا نہیں اس کے سامنے کیا رکھوں اور اس کی کیا خاطر کروں۔ کبھی گھر میں جاتے کبھی باہر آتے

حضرت خواجہ صاحبؒ کے مریدین میں ایک بھٹیارا بھی تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ مہمان آیا ہوا ہے اور گھر میں کچھ ہے نہیں تو وہ ایک خوان سجا کر حاضر ہوا اور حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت خواجہؒ صاحب بہت خوش ہوئے۔ مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس وقت ایک رحمت کا جوش تھا اور قرب و فنائیت کا مقام تھا جو وہ چاہتا وہ ملتا۔ فرمایا، تو نے آج بڑا کام کیا ہے تو نے ہزاروں فکر کو رفع کر کے دل خوش کیا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے اپنے جیسا کر دو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آدمی کو اپنی طاقت کے مطابق آرزو کرنی چاہیئے اس نے کہا کہ نہیں مجھے تو یہی آرزو ہے کہ اپنے جیسا کر دو۔ خواجہ صاحبؒ نے سمجھایا کہ تو اس کا تحمل نہیں کر سکے گا کیونکہ جو نسبت کی قوت ان کے قلب کے اندر تھی وہ بڑی قوت تھی اور اس کا اتنا بڑا ظرف نہیں تھا بلکہ بھٹیارا کا چھوٹا سا ظرف تھا۔

یہ اصول بات ہے کہ جو ظرف صرف ایک پاؤ کا ہو اگر ایک من اس میں رکھو تو وہ ٹوٹ جائیگا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ دوسری چیز مانگ لے مگر اس نے کہا کہ میں تو یہی چیز مانگوں گا۔

فرمایا اچھا اللہ مالک ہے۔ اس کو اپنے حجرے میں لے گئے اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنی پوری نسبت اس میں القا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں نسبت تو آ گئی مگر اس طرح سے آئی کہ خواجہ صاحب کی صورت بھی آ گئی، جب وہ دروازے سے نکلا خواجہ صاحبؒ کی صورت میں نکلا یعنی دو خواجہ اندر سے نکلے، فرق صرف یہ تھا کہ ایک متانت کے ساتھ آ رہے ہیں اور ایک ذرا جھکتا ہوا آ رہا ہے۔ اس میں وہ نسبت بھی آ گئی اور شکل صورت بھی آ گئی لیکن چند دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اس لئے آدمی کو اتنی ہی تمنا کرنا چاہیے جتنا اس کا ظرف ہو۔ طاقت سے زیادہ مانگنا یہ تو فنا کا مانگنا ہے کہ میں باقی ہی نہ رہوں گا۔ لہٰذا انسان صرف یہ تمنا کرے کہ میرے اندر پھول آ جائیں، یہ اس کے مناسب ہے پہاڑ کے اٹھانے کی تمنا بے کار ہے۔

کیا آپ چاہتے ہیں
کہ آپ کی رقم
مسلمانوں کو مرتد
بنانے میں استعمال ہو ؟

اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے

تمام غیرتمند مسلمانوں سے ایک سوال

لیکن

اس کے باوجود آپ کی لاعلمی اور بے توجہی کی وجہ سے آپ کی رقم سے مسلمانوں کو مرتد بنایا جارہا ہے

وہ کیسے؟

آپ میں سے بعض لوگ قادیانیوں سے خرید و فروخت کرتے ہیں قادیانی تجارتی اداروں سے لین دین کرتے ہیں اور قادیانی کارخانوں کی مصنوعات استعمال کرتے ہیں

کیا آپ جانتے ہیں ؟

اسی خرید و فروخت لین دین کے ذریعے قادیانی جو منافع کماتے ہیں اسی منافع یعنی ماہانہ آمدنی کا ایک کثیر حصہ اپنے مرکز ربوہ میں جمع کراتے ہیں

جس کے نتیجہ میں

وہی رقم جو آپ سے کمائی جاتی ہے وہ آپ ہی کے خلاف استعمال ہوتی ہے یعنی مسلمانوں کو اسی رقم سے مرتد بنایا جاتا ہے

اگر آپ

قادیانیوں کے ساتھ کاروبار و تجارت کرتے ہیں تو گویا آپ ارتدادی کام میں بالواسطہ حصہ لے رہے ہیں اور انکا ساتھ دے رہے ہیں

یاد رکھئے

- آپ ہی کی رقم سے قادیانی اپنی ارتدادی تبلیغ کرتے ہیں
- آپ ہی کی رقم سے قادیانیوں کے تحریف شدہ قرآنی ترجمے چھپتے اور تقسیم ہوتے ہیں
- آپ ہی کی رقم سے ان کے پریس چلتے ہیں
- آپ ہی کے بل بوتے قادیانی مرکز "ربوہ" آباد ہے
- آپ ہی کی رقم سے قادیانی مبلغین اپنی ارتدادی تبلیغ کیلئے اندرون و بیرون ملک سفر کرتے ہیں

گویا قادیانیوں کی ہر حرکت میں براہ راست نہیں تو بالواسطہ آپ بھی شریک ہیں

لہٰذا

تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے قادیانیوں کے ساتھ مکمل سوشل بائیکاٹ کریں اور ان کے ساتھ لین دین، خرید و فروخت مکمل طور پر بند کردیں اور اپنے احباب کو بھی قادیانیوں سے بائیکاٹ کی ترغیب دیں۔

نوٹ کیجئے:۔ قادیانی فضول ... مسلمانوں کو مرتد بنانے کیلئے کروڑوں روپیہ ہر سال خرچ کرتا ہے

مرکزی دفتر
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ
ملتان (پاکستان) فون ۳۰۹۷۸

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے منصوبے اور پروگرام

اھلِ خیر حضرات سے امیرِ مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی

اپیل

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا ادارہ آنجناب کیلئے کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ، ناموسِ ختمِ نبوت کی پاسبانی، قادیانی قزاقوں کی سرکوبی، باطل قوتوں کا مقابلہ مجلس کا عظیم اور مقدس مقصد ہے۔ قادیانی زندیقوں نے جب سے اپنا مستقر لندن منتقل کیا ہے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اربوں کھربوں کے منصوبے اور پروگرام شروع کر دیئے ہیں جس سے عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی ذمہ داریوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اندرونِ ملک و بیرونِ ملک مجلس کے مبلغ، دفاتر، مدارس، مساجد ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے وقف ہیں مجلس کا سالانہ میزانیہ کئی لاکھ ہے۔ اُردو، انگریزی، عربی اور دوسری زبانوں میں لاکھوں روپے کا صرف لٹریچر اندرون و بیرون ملک مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ جامع مسجد ربوہ، دار المبلغین ربوہ، جامع مسجد کراچی اور دیگر شہروں میں مجلس کے تعمیراتی منصوبے تشنہ تکمیل ہیں۔ جبکہ لندن اور دوسرے ممالک میں بھی دفاتر قائم کیے جا چکے ہیں۔ اندرون و بیرون ملک قادیانیوں کے ساتھ مقدمات کی وجہ سے مجلس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ ختمِ نبوت کی خدمت اور مالی اعانت اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آنحضرتؐ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ آنجناب سے توقع رکھتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں ضرور شریک ہوں گے اور اپنے عطیات، زکوٰۃ، صدقہ اور دیگر صدقات و عطیات وغیرہ میں مجلس کا زیادہ حصہ رکھیں گے۔

واجرکو علی اللہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

(فقیر) **خان محمد**
امیرِ مرکزی
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

رقم بھیجنے کا پتہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت (پاکستان)
حضوری باغ روڈ۔ ملتان

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت (کراچی)
جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کراچی نمبر ۱۱۹۶۸